UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222159
UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ٨٩١٥٢٣٣ Accession No. ١١٩٢٦

Author ب ـ ر راشد النحوي

Title نبت الوقت

This book should be returned on or before the date last marked below.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بنت الوقت

تصنیف

مصورِ غم علامہ راشد الخیری مدظلہ

جسے

مُلّا محمد واحدی دہلوی

نے

بماہ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۲ ہجری النبوی مطابق مئی سنہ ۱۹۳۳ عیسوی

چھٹی مرتبہ

محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

قیمت علاوہ محصول آٹھ آنے

CHECKED. 1951

بنت الوقت کا نام اور مضمون

1952

پریس ایکٹ کے علاوہ انڈین کاپی رایٹ ایکٹ اور مجموعۂ تعزیرات ہند کی دفعات ۴۷۸ و ۴۷۹ کے ماتحت بھی رجسٹری کرالیا گیا ہے لہذا کوئی صاحب لالچ میں آکر اس کے نام اور مضمون سے فایدہ اٹھانے کا کبھی قصد نہ کریں ورنہ دیوانی ہی نہیں فوجداری جرم بھی ہوگا جسکا انہیں بُرا خمیازہ بھگتنا پڑیگا۔

پبلشر

تصنیفات مصور غم علامہ راشد الخیری

صبح زندگی	سوکن کا جلاپا ۶/
شام زندگی عہ ۸/	موؤدہ ۸/
شب زندگی حصہ اول عہ/	اعمالنامے ۸/
شب زندگی حصہ دوم عہ/	گوہر مقصود ۶/
نوحہ زندگی ۱۲/	در شہوار ۱۰/
الزہرا ۱۲/	شاہین و دراج ۸/
قطرات اشک	انگوٹھی کا راز ۸/
لڑکیوں کی انا عہ ۸/	جوہر عصمت عہ ۸/
جوہر قدامت ۱۲/	روداد قفس ۱۲/
تائید غیبی عہ ۸/	ابن کا دم واپسین ۶/
یاسمین شام عہ ۸/	بچہ کا کرتہ ۴/
تیغ کمال عہ ۸/	نیڈیا کی سرگذشت ۴/
منازل السائرہ کامل عہ/	گلدستہ عید ۱۰/
ماہ عجم عہ ۸/	منازل ترقی ۴/
عروس کربلا عہ ۸/	ستونتی ۸/
محبوبہ خداوند ۱۲/	قلب حزیں ۸/
بنت الوقت ۸/	نوبت پنج روزہ عہ ۸/
سراب مغرب ۸/	سیلاب اشک عہ ۴/
فسانہ سعید ۱۰/	

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ نظام المشائخ پوسٹ بکس ۵۱ دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)

بنت الوقت جس کا اصلی نام فرخندہ بانو اور شادی کے بعد مسز نصیر یا فرخندہ نصیر الحق ہوا کہنے کو تو اس مغل خاندان کی بچی تھی جس کا کلمہ حسن پور والوں نے سو سوا سو برس تک پڑھا اور جس کے اقبال و جلال کے آگے اچھے اچھے سرکشوں کی گردنیں جھک گئیں۔ مگر فرخندہ گنوں کے لحاظ سے ایسی بدنصیب نکلی کہ کنبہ بھر نے لعنت اور شہر بھر نے ملامت کی ہے عزیزوں نے اس کے کام پر سر پیٹے۔ غیروں نے اس کے نام سے کان پکڑے۔ دشمن خوش ہوئے اور دوست رنجیدہ۔ اپنے روئے اور پرائے ہنسے۔ مگر صد آفریں اس نیک بخت کو۔ عورت ذات اور مغلوں کا خون ہو کر وہ ناک کٹوائی کہ دنیا دنگ رہ گئی۔ جس خاندان کی بہو بیٹیوں کو کوارپنے میں میکے کی دہلیز تک لانگنی حرام تھی اس کا انجام یہ ہوا کہ بنت الوقت دن دہاڑے جلسوں میں گائے اور کھلے خزانے گاڑیوں میں پھرے۔ مرزا وحید ساری دنیا کی نگاہ میں سچا سہی۔ بےگناہ سہی۔ بےقصور سہی۔ مگر دل ہے اور خیال۔ دماغ ہے اور رائے۔ غلط ہی تو ہوا کرے۔ ہماری رائے میں وحید کا دامن فرخندہ کے خون سے لتھڑا ہوا اور اس کی گردن خاندان مغلیہ کی آن بان سے جھکی ہے اس کا منہ نہیں کہ وہ منہ دکھائے اور حق نہیں کہ بات کرے۔ ہمارا ایمان ہے اور ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہماری عزت صرف عورت کی عصمت اس کی حرمت اور اس کی غیرت میں ہے۔ وحید باپ تھا گلا گھونٹ

دیا۔ زہر دیدیا۔ پھانسی پاتا قتل ہوتا۔ آنکھوں سکھ کلیجہ ٹھنڈک۔ یہ موت اس زندگی سے ہزار درجہ بہتر تھی جس میں ایک بیٹی نے کوڑے اُسترے سے باپ دادا کا نہیں کنبہ بھر کا سر مونڈ ڈالا۔ کہاں کی مغربی روا اور کدھر کی تعلیم جدید۔ آج بھی اگر وحید تلاش کی آنکھوں سے دیکھے، تو کیسی سینکڑوں اور کدھر کی ہزاروں اسی ہندوستان اور ان ہی مسلمانوں میں لاکھوں اللہ کی بندیاں ایسی ملیں گی۔ جن کے دامن پر فرشتے نماز پڑھیں محسن پور والے اگر اس دن کو زندہ رہے تھے، تو اس دن نہیں تو آج اور جب نہیں تو اب خدا ان سب کا پردہ ڈھانک لے۔ ان کی خودکشی بنت الوقت کی لغزشوں کا کفارہ اور ان کی موت اس کی زندگی کی تلافی ہو جائے گی۔ ہم وحید سے زیادہ اور بہت زیادہ جانتے ہیں ہزار پانسو نہیں مسلمانوں کا جم غفیر اس کی بے حیائی کا مداح اور بے حمیتی پر نازاں ہے۔ بے غیرتی جوہر اور بے باکی ہنر۔ ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ ان بھلے مانسوں کا شکار اسلام کی آڑ میں ہے۔ مگر قرآن کے عاشق، اور حدیث کے حافظ گریبان میں منہ ڈالکر بتائیں کہ بیوی عقل مند ہی تو اماں کیا تھیں۔ صاحبزادی کی شرافت سر آنکھوں پر مگر دادی نانی کی بابت کیا ارشاد ہے۔

(۲)

طوفان بہت سے سنے اور دو چار دیکھے، مگر یہ طوفان طوفان کیا قہر الٰہی کا نشان تھا کہ بچے اور بچے، کڑیل اور جوان سب اس کی بھینٹ چڑھ رہے تھے۔ محسن پور بے دریا کی بستی تھی۔ جہاں ندی تو ندی کوئیں بھی علاقہ بھر میں گنتی کے دو چار ہی تھے، جو کہیں آبادی میں دریا کا گذر ندی کا پرچھانواں پڑ جاتا تو خدا معلوم کیا حشر ہوتا۔ پانی کی اس قلت پر پانی کی یہ آفت تھی کہ گھروں میں اور سڑکوں پر ٹخنے ٹخنے اور کمر کمر پانی ہی پانی تھا ہماری آنکھیں وہ جھڑیاں جنکو اب آنکھیں ترستی ہیں پندرہ روز ہوئے پانی کو منگل منگل دیکھ چکی ہیں مگر یہ دھونتال پانی ایسا پڑا کہ خلقت چیخ اٹھی۔ عصر کے وقت قاسما

اچھا صاف آسمان تھا۔ ابر کا ٹکڑا نہ بادل کا پتہ کہ قبلہ کی طرف سے گھٹا اُٹھی دن مینک برسات کے سے تھے۔ آدھا اساڑھ اور آدھے سے زیادہ ساون اس طرح نکل گیا کہ پانی کی بوند تک نہ پڑی۔ قحط کی مصیبت تین سال سے برابر پڑ رہی تھی۔ اس سال امید تھی کہ کھیتیاں مالامال ہو جائیں گی لیکن ساون سے مایوس ہو کر زمیندار کیا اور کاشتکار کیا بستی بھر کے جی چھوٹ چکے تھے۔ قحط اب تک تو مصیبت تھا۔ اب پیغام موت ہو گیا۔ اور پیغام بھی ایسا یقینی اور صادق کہ گھٹا کی صورت عید کا چاند ہو گئی مسجدوں میں نمازی دکانوں پر کاروباری سڑک پر راستہ چلتے۔ دفتروں میں مرد۔ گھروں میں عورتیں اور انگنائی میں بچے ابر کو دیکھتے ہی اچھل پڑے۔ مغرب کے وقت بارش شروع ہوئی، رات بھر مینہ پڑتا رہا۔ دوسرا دن تیسرا دن چوتھا دن اور پانچواں دن دس دن وہ لگاتار مینہ پڑا ہے کہ خدا کی پناہ۔ محسن پور جیسا اوسط درجہ کا شہر تھا ویسی ہی عمارتیں کچی بھی۔ پکی بھی۔ اینٹ کی بھی چونے کی بھی۔ کاغذی محل تھے نہ سنگین قلعے۔ مینہ کا یہ حال کہ دو گھنٹہ جم کر پڑا ذرا ہلکا ہوا۔ ابھی تھمانہ تھا کہ پھر اندھیری دے آیا اور دہائیں دہائیں پڑنے لگا مینہ سے زیادہ ہوا تھی کہ کسی طرح کم ہی نہ ہوتی تھی وہ جھکڑ تھے کہ الامان الحفیظ۔ ساتویں روز آدھی رات کے وقت اس زور کا پانی پڑا ہے کہ دیکھا نہ سنا۔ مکان بول اُٹھے۔ اور خلقت چیخ اُٹھی۔ ہر طرف سے دھواں دھوں کی آواز تھی۔ مکانوں کا ستھراؤ ہو گیا۔ کچے اور پکے محلہ اور حویلی سب کا اللہ بیلی تھا۔ ٹپکا تو کبھی کا لگ چکا تھا۔ مگر اس سے صرف بے آرامی تھی۔ یا اب جان کے لالے پڑ گئے تو جسکے جہاں سینگ سمائے گھس گیا کہ کسی طرح جان تو بچے۔ تین دن اور تین رات یہی حالت رہی اس حساب سے چوتھے اور اس حساب سے کہیں گیارھویں دن جا کر مطلع صاف ہوا تو لوگوں کی جان میں جان آئی۔ مگر کوئی گلی کوئی جگہ کوئی کوچہ اور کوئی بازار ایسا نہ تھا جہاں اینٹوں کے انبار اور مٹیوں کے پہاڑ نہ چنے ہوئے ہوں قحط نے پہلے ہی مصیبت ڈھا رکھی تھی طوفان نے اور بھی رہا سہا خاتمہ کر دیا۔ مرمت یا از سر نو تعمیر تو در کنار

اتنا تک پاس نہ تھا کہ ملبہ اٹھوا کر رستے صاف کر دیتے۔ مشنری دوست ہمیشہ ایسے موقعوں کی تاک میں رہتے ہیں۔ انسانی ہمدردی کا لباس پہن کر نکل پڑے جہاں جیسا موقع پایا اور رنگ دیکھا سلوک کر دیا۔ رانڈیں یتیم۔ غریب فقیر سب ہی قسم کے لوگ تھے غرض بری بلا ہے۔ یا تو فاقوں پر فاقے اور جمعدار کی گھرکیاں۔ جھڑکیاں یا ان تقاضوں سے رہائی پا کر مہینہ بھر کا اناج کسی گھر میں پڑ گیا۔ بہت سے تھے جو اغیار کا کلمہ پڑھنے لگے ہم ان کو بے قصور اور معذور سمجھتے ہیں۔ افسوس ان مسلمانوں پر ہے جنہوں نے چوبچوں میں دبے دبائے جھنڈ نیچوں میں زیور سینتے، کولکیوں میں اشرفیاں گاڑیں اور دیوار بیچ کلمہ گو رانڈوں اور یتیموں کے فاقوں پر دل نہ پسیجا۔ ایسی حالت اور ایسی صورت میں اگر حاجتمند بے قصور ہیں تو مشنری اگر قابل شکریہ نہیں تو لائق الزام بھی نہیں۔ انہوں نے اپنے کام پورے اپنے فرض ادا اور اپنی محنت ٹھیک لگائی۔ مسلمان اگر اس قابل ہوتے اور ہوتے کیا۔ تھے۔ نہ دو چار نہیں۔ پانچ سات نہیں دس بیس بلکہ سو پچاس کہ قرض نہیں مفت نہیں۔ صدقہ نہیں خیرات نہیں صرف ایک سال کی زکوٰۃ ان مصیبت ماروں کو دیدیتے اور یہ سمجھتے کہ جس سے لیا اسی کو دیا۔ خدا نے ہمیں سرخرو کیا، تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والیاں غیروں کے آگے برقعہ اوڑھ کر للکتی ہوئی اور بلکتی ہوئی ہاتھ نہ پسارتیں۔ حسن پور کے رئیس سینوں میں دل تو ضرور رکھتے تھے کاش اس میں درد ہوتا۔ دیکھتے اور سمجھتے کہ یہ بیٹھی ہوئی چادروں سے سردی میں سڑک کے کنارے منہ چھپانے والیاں مسلمان رانڈیں ہیں۔ سنتے اور جانتے کہ یہ آدھی رات کو مکان کے پیچھے بھوک پیاس سے بے تاب ہو کر واویلا کرنے والے معصوم مسلمانوں کے یتیم بچے ہیں تو خود ان کا ایمان ان کو بتاتا کہ وہ طاقتور ہستی وہ غریب اور امیر کا آقا وہ عزت اور ذلت کا دینے والا جس نے ہمیں سب کچھ دے رکھا ہے، آج یتیم کی صورت رانڈ کے بھیس حاجتمندوں کی ہیئت اور اپاہج کی آڑ میں ہم سے مدد کا طالب ہے۔ آدمی

کے سنسان وقت میں جب ہوا تا زرد ذوالجلال کی طاقت کا راگ گاتی، انگنائی کے درختوں کے پتے اس کی قدرت کا نشان ظاہر کرتے اور رونے کی آوازیں کانوں میں آتیں تو ہلال جس کے وہ مدعی تھے ان کو بتا دیتا کہ یہ اللہ کی فریاد یتیم کا نالہ مظلوم کی آواز اس رب الموجودات کی صدا ہے جو اپنی خدائی کو چھوڑ کر ہمارے در پر بھیک مانگنے آیا ہے۔

(۳)

ڈیل۔ فرخندہ بیگم آپ اتنی عنایت اور کیجئے کہ مجھکو ایک طویل فہرست ان عورتوں کی دیدیجئے جو آپ کی رائے میں ابھی حاجتمند ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ جس قدر جلد ممکن ہو بیوہ ان تکلیف سے رہا ہو جائیں میں آپ کی بہت ممنون ہوں کہ آپنے اس معاملہ میں خود تکلیف اُٹھا کر ہم لوگوں کو اس قدر مدد دی۔

فرخندہ۔ مس صاحب میں انشاء اللہ صبح ہی فہرست تیار کر دونگی۔ بلکہ رات ہی رات کو لکھنے بیٹھ جاؤں گی۔ ابھی بہت سے گھر ایسے موجود ہیں جنکی حالت دیکھی نہیں جاتی اور وہ آپ تک نہیں آ سکتے۔

مس واکر۔ بیشک بہت بڑا احسان ہوگا آپکا۔ یاد رکھیئے زندگی کا کوئی کام عمر کا کوئی لمحہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتا کہ انسان دوسرے انسانوں کے کام آئے انسان اسی کا نام ہے۔ آپ بہت خوب انسان ہیں۔

فرخندہ۔ یہ تو مس صاحب میرا اپنا ہی کام ہے کسی غیر کا نہیں سب مصیبت مارے میرے ہی بہن بھائی ہیں۔ ان کی خدمت میں اپنا فرض سمجھتی ہوں۔

مس واکر۔ آپ کس وقت چاء پی لیتی ہیں۔

فرخندہ۔ چاء تو ہمارے ہاں صرف میرے والد پیتے ہیں یا والدہ۔ میں تو دو مرتبہ نہیں پیتی۔

مس واکر۔ میرا مطلب یہ ہے کہ صبح کو آپ کس وقت تک کام کرنے کے واسطے

تیار ہو جاتی ہیں۔ مگر ہاں آپ تو نماز کے واسطے اُٹھتی ہوں گی۔

فرخندہ۔ جی نہیں نماز تو میں نہیں پڑھتی مگر صبح نماز کے وقت اُٹھ بیٹھتی ہوں اور اسی وقت سے کام کرنے کے لئے موجود ہوں۔

مس واکر۔ میں چاہتی ہوں کہ صبح چھ بجے روانہ ہو جاؤں مگر اس برابر والے محلے سے تقسیم شروع ہو تو چاہا ہے۔ آپ کے محلہ میں پہنچتے پہنچتے مجھکو نو دس بج جائیں گے اور ان محلوں میں مجھکو آپ جیسے ایک مددگار کی ضرورت ہے۔

فرخندہ۔ اگر آپ فرمائیں تو میں صبح ہی آپکے پاس آجاؤں۔

مس واکر۔ ہاں اگر ایسا ہو سکے تو بہت خوب ہوگا۔

فرخندہ۔ آپ خاطر جمع رکھیئے میں صبح ہی آجاؤں گی۔

مس واکر۔ میں نے آپ کے متعلق کلکٹر صاحب کی میم صاحب سے بھی ذکر کیا تھا وہ بھی آپ سے ملنے کی بہت مشتاق ہیں اور ٹھیک گیارہ بجے ہم آپکے گھر پہنچ جائیں گے۔

فرخندہ۔ تو آپ مجھکو تھوڑا وقت فرصت کا دیجئے تاکہ میں میم صاحب کے واسطے چاء وغیرہ کا انتظام کرلوں۔ میں صبح ہی آجاؤنگی۔ نو بجے تک ساتھ رہوں گی۔ اس کے بعد چلی آؤں گی۔ پھر آپ سے محلہ میں ملوں گی۔

مس واکر۔ اچھا اگر آپ کو اس میں سہولت ہو تو ایسا کیجئے۔

(۴)

تم دیکھتے ہو کہ میری عمر پوری ہوئی۔ تم تو تم تمہارے باپ دادا دونوں کے دونوں میرے سامنے بچے تھے۔ میں تم پر اعتراض نہیں کرتا مگر تم کو سمجھاتا ہوں میرا تجربہ تم سے وسیع۔ میری عمر تم سے بڑی۔ میری معلومات تم سے زیادہ۔ میں نے مزدور تم سے دو کپڑے زیادہ ہی پھاڑے ہوں گے۔ یہ کرتوت اچھے نہیں ہیں۔ خدا کے واسطے لڑکی کو روکو اور اس آزادی کو موقوف کرو۔

وحید۔ جس بات کو ایک دنیا سراہ رہی ہے جس سے سینکڑوں غریبوں اور مصیبت ماروں کو عید ہو گئی آپ اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ان دنوں میں فرخندہ نے وہ کام کئے ہیں کہ جدہر وہ نکل جاتی ہے ادہر ہی ہزاروں دعائیں اس کو ملتی ہیں۔ اس نے خود تکلیف اٹھائی اور محلہ کو آرام پہنچایا۔ اس کی عمر بہلا اس قابل ہے۔ تیرھویں سال میں ہمدردی اور قومی جوش۔ میرے تو فرشتوں نے بھی نہیں سُنا تھا۔ مگر واہ ری دنیا کسی طرح چین نہیں۔ خدا اور اس کا رسول تو یہ کہے کہ رانڈوں اور یتیموں کا دل ہاتھ میں لو اور آپ لوگ ناک بھوں چڑہائیں۔

بزرگ۔ اتنا تو میں بھی جانتا ہوں اور میرے کان میں بھی یہ الفاظ موجود ہیں من اعان مظلوماً اعان اللہ یوم القیمۃ لیکن اعانت مظلوم تو الگ رہی تعمیل احکام کے واسطے بھی یہ ضروری نہیں کہ مسلمان خاندانی شرافت اور آبائی جوہر کو ہاتھ سے کھو دے۔ اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے جو ایکطرف مفید اور دوسری طرف مضر ہو۔ لیکن فرخندہ کے گن تو بربادی کے پچھن ہیں۔ کنواری بیٹیوں کا مسوں سے یہ خلا ملا۔ تن تنہا کوٹھیوں کی آمد و رفت کس خدا نے بتلائی ہے۔ بھلے کے پاس بیٹھے چہائے ناگر پان۔ برے کے پاس بیٹھے کٹائے ناک اور کان۔ بیٹا تخم تاثیر صحبت کا اثر پرانی مثال ہے۔ میں تو یہی سُن رہا ہوں کہ لڑکی ہر وقت ان ہی مسوں میں ڈوبی ہوئی ہے اور وہی رنگ ڈہنگ سیکھتی جاتی ہے۔

وحید۔ آپ بہتر کو بدتر۔ سفید کو سیاہ۔ ہنر کو عیب اور خوبصورتی کو بدصورتی سمجھ رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوسرے بھی آپ کی ہاں میں ہاں ملائیں۔ میں تو خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے ایسی لڑکی دی۔ دنیا اس کی تعریف کر رہی ہے اور آپ مذمت۔

بزرگ۔ تمہاری رائے میں دنیا تعریف کر رہی ہوگی۔ مگر میں نے تو جس سے سنا بیزار اور جس کو دیکھا ہنستے ہوئے۔ ابھی ابتدا ہے۔ سمجھو اور سوچو کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔

(۵)

فرخندہ کی یہ زندگی جس پر باپ بہت کچھ نازاں اور اسقدر شاداں تھا کہ دوستوں میں اور عزیزوں میں دل سے اور زبان سے جہاں بیٹھتا اسی کا ذکر اور اسی کی تعریف کرتا یوں تو اور نگاہوں میں بھی قابل داد اور لائق ثنا تھی لیکن باوجود اس خدمت اور ریاضت کے خاندان کا بڑا حصہ کنبہ کے اکثر لوگ عزیزوں کی بڑی تعداد اور قوم کے متعدد افراد اس کی اس عنایت کو نفرت اور محبت کو حقارت سے دیکھ رہے تھے فرخندہ کی یہ محنت کہ وہ صبح چھ بجے کی اٹھی رات کے دس دس اور گیارہ گیارہ بجے تک خلق اللہ کی خدمت میں مصروف رہتی۔ اپاہجوں کے بدن اور فقیروں کے پیٹ اس کے دم سے ڈھکتے اور بھرتے اس عمر میں کہ ابھی پوری طرح جوانی بھی نہ ہوئی تھی سر آنکھوں پر رکھنے کے قابل تھی۔ لا ریب اسلام فرخندہ کی ہستی کو ان مسلمانوں میں جگہ دیتا جن کے سینے زندگی تک نور اسلام سے جگمگاتے رہے اور موت کے بعد صف اولین میں جگہ ملی۔ مگر افسوس خلوص کی کسوٹی پر جس پر اسلام کا دار و مدار ہے فرخندہ پوری اترنا تو درکنار کسنے کے قابل بھی نہ نکلی۔ اس کی رسائی بیشک بڑے بڑے حکام کی بیویوں تک سکا اثر یقینی با اختیار لوگوں کی بیٹیوں اور بیویوں پر بیشن کا ڈیڑھ لاکھ روپیہ کچھ شک نہیں اس کے ہاتھوں شہر میں تقسیم ہوا۔ کلکٹر کی رپورٹ میں اس کی خدمات آئینہ کی طرح صاف اور چاندی کی طرح روشن ہیں مگر افسوس اسلام جس خلوص کا مسلمانوں سے متوقع ہے اس کی چھینٹ بھی فرخندہ کے اعمالنامے میں نہ تھی اور مذہب جو مسلمانوں کی زندگی کا رخ رواں ہے اس سے بہت دور تھا بشرہ کی شریف گردی سے جس نے بڑے بڑے رئیسوں اور نوابوں کو بھیک منگوائی حکومت اور رواج کرنے والوں کو دو شریک رحم کا محتاج بنا دیا مرزا وحید کا خاندان بھی محفوظ نہ رہا۔ چار سالم گاؤں دو باغ ایک محلسرا ضبط ہوئی اور وحید کے باپ مرزا رشید کا آخری وقت ایسا گزرا کہ خدا دشمن کا بھی نہ گزارے۔ پردیس میں موت آئی آپ کہیں

بچے کہیں افراتفری کا زمانہ بستی بستی کے دن غریب کو فاتحہ تو درکنار گور گڑھا بھی مشکل ہی سے نصیب ہوا۔ جب وہ بلا ٹل چکی وقت گزر گیا اور امن جمی ہوئی ہے تو مفرورین محسن پور گھر لوٹے۔ وحید کہنے کو تو رشید کا بچہ تھا مگر درحقیقت بچوں والا تھا۔ اوپر تلے کے دو لڑکے مر چکے تھے وقت کو پہچانتا اور بات کو سمجھتا تھا۔ تعلقات بڑھانے میں جول شروع کیا بیگناہی کا یقین دلایا وفاداری کے حلف اٹھائے کوشش پوری اور سعی کامیاب ہوئی علاقہ واگذاشت اور الزام بغاوت دور۔ بظاہر یہ وہ مسرت تھی جس نے کلفت کو راحت سے افلاس کو تمول سے ذلت کو عزت سے اور حقارت کو وجاہت سے بدل دیا۔ مگر افسوس اس تغیر کے ساتھ اس انقلاب سے منسلک اور اس ترقی کے سلسلہ میں جو نئی مصیبت پیدا ہوئی تکبر خودغرضی اور لامذہبی کا وہ آغاز تھا جو باپ سے چلا اور بیٹی پر ٹھہرا۔ وحید سے شروع اور فرخندہ پر ختم ہوا۔ اس لئے فرخندہ کے افعال جوہر ذاتی کے علاوہ ترکہ پدری تھا اور اگر اس کا اثر بالواسطہ یا بلاواسطہ صرف دونوں باپ بیٹیوں کی ذات تک محدود رہتا تو حاشا وکلا ہم کو شکایت نہ تھی۔ وحید نے الزام بغاوت دور کیا خوب کیا درست کیا۔ جائز کیا اور کرنا چاہیئے تھا اعزاز دنیوی اگر وہ نتیجہ رازنہ ہو اسلام کا عین منشا وجاہت زندگی اگر وہ معجزہ اور کرامت نہ ہو تلقین اسلام کا مقصد اصلی۔ لیڈری اور ریفارمی کثرت زر اور تمول کی افراط اگر جذبات قوم کا خون گردن پر نہ ہو تو زہے نصیب۔ لیکن مرزا وحید کا غضب یہ تھا کہ دین کو دنیا پر قربان کیا اور زندگی کے سامنے موت کو فراموش کر ثمرہ اعمال وافعال دل سے قطعی بھلا دیا۔ وحید کی عمر کا بڑا حصہ تو نہیں مگر اکثر وقت حکام کی چاپلوسی یا سلسلہ ملاقات ہی میں گزرتا۔ بڑے دن کی ڈالیاں ایسٹر کے تحفے آئے دن کی دعوتیں تو مقررہ بات تھی۔ اگر یہ ملاقات توسیع تعلقات کا ذریعہ اور یہ کارگزاری مطلب براری کا سبب ضروری تھی تو قابل اعتراض نہیں لیکن کچھ اور باتیں تھیں کچھ اور سبب تھے۔ کچھ اور ہی باعث تھے جو مسلمانوں کے دلوں میں پھانس بنکر چبھے او

رغبت، امیروں سے نفرت۔ خوشامد سے دور، تصنع سے بیزار۔ جب تک جیا ایسا جیا کہ جس رستہ نکل جاتا۔ لوگوں کی نگاہیں اٹھ جاتیں۔ صبح کی نماز سے فرصت پا نکل کھڑا ہوتا۔ ڈھونڈ ڈھونڈ کر اور چھانٹ چھانٹ کر غریبوں سے ملتا اور فقیروں کے ہاں جاتا۔ برائے نام کے جان پہچان اور دور دور کے رشتہ دار کوئی ایسا نہ تھا جو اس کا ممنون احسان نہ ہو۔ اسی کا بھائی وحید تھا جو امیروں پر شہد سمجھ کر مکھی کی طرح گرتا اور غریبوں سے لاحول سمجھ کر شیطان کی مانند بھاگتا۔ نفس کا غلام، مطلب کا بندہ۔ خوشامد کا عاشق! اعزاز کا شیدا۔ دنیا کا دوست۔ دین کا دشمن۔ آدمی کی اوٹ میں جانور اور مسلمان کے بھیس میں کافر۔ علاقہ واگذاشت ہوا۔ ہوا تو بے شک حمید کی کوشش اور وحید کی بالا دوڑ ہی سے، مگر دونوں ایک باپ کی اولاد۔ ایک ماں کے بچے۔ وارث شرعی دونوں ہی تھے۔ وحید نے چپہ چپہ اور تل تل پر قبضہ کر دودھ کی مکھی کی طرح بھائی کو نکال باہر کیا۔ حمید ان جھگڑوں سے الگ تھلگ اور ان معاملوں سے دور رہنے والا آدمی ان چالاکیوں کو کیا سمجھتا تھا۔ ایک آپ اور ایک بیوی کل دو دم تھے مطلق پرواہ نہ کی۔ یہ حمید کی علانیہ غلطی اور صریح بیوقوفی تھی۔ اگر بھائی کی زندگی تک صرف اس کا دل خوش کرنے کو آدھی کیا ساری جائداد اس کو دے دیتا تو حمید اس قماش کا آدمی تھا کہ غلاموں کی طرح بھائی کا فرمانبردار اور نوکروں کی مانند حکم پر تیار رہتا۔ حمید کے بعد اور وارث ہی کون بیٹھا تھا۔ یوں بھی سعید اور وہ ساجھی۔ دنیا اور دین دونوں کما لیتا۔ مگر دل میں کھوٹ، ایمان میں نقص، طبیعت میں خرابی۔ ترکہ کس کا اور دینا کیسا۔ اس کا رہنا بھی گوارا نہ ہوا۔ محلسرا کے ایک کونے میں دونوں میاں بیوی رہتے تھے کھانے سے غرض نہ پینے سے واسطہ بھائی بھاوج نے جو بھیجا وہ کھا لیا۔ جو بنا دیا وہ پہن لیا۔ چار پانچ ہزار کا زیور بیوی کے پاس تھا وہ راہ خدا میں لٹایا اور اب کہ کوئی سہارا تک نہ تھا وحید نے یہ سمجھ کر کہ کہیں مجید رنگ نہ لائے اس کا یہاں ٹھہرنا بھی قبضہ کی

ذلیل ہوگی۔ اتنا ذلیل کیا کہ سب کے سامنے منہ در منہ کہدیا کہ میرے ہاں جگہ نہیں تم کچھ اور فکر کرو۔ مجید کو کیا عذر ہو سکتا تھا۔ وہ اس دن کے واسطے پیدا ہی نہ ہوا تھا کہ کسی کو رنجیدہ کرتا۔ وحید کھڑا دیکھتا رہا اور مجید اپنا اسباب بغل میں مار بیوی کو چادر اڑھا ساتھ محل سرائے سے چل دیا۔ خلق کا حلق بند اور دنیا کی زبان رکی نہیں جا سکتی۔ مجید نے تو پرواہ نہ کی۔ اندر رہا تو خوش اور باہر رہا تو خوش۔ مگر لوگوں نے وحید کو نکو بنانے میں کسر نہ کی۔ وحید کے ایک بزرگ حقیقی چچا تو نہ تھے مگر وہ چچا تھے جن کی عزت ہمیشہ رشید نے اتنی کی کہ اٹھ کر لیا۔ اور کھڑے ہوکر ملا۔ یہ سنکر کہ وحید نے مجید کو محلسرا سے باہر نکال دیا۔ دنگ ہو گئے۔ آ کر دیکھا تو اداس بانڈی ہاتھ میں لے سر پر کھڑے ہوئے۔ تھے تو بڈھے اور بڈہے بھی پھونس مگر مرزائی کس بل موجود تھا۔ داڑھی چڑھی ہوئی مونچھیں مڑی ہوئی خضاب لگا ہوا۔ کمر پٹکا بندھا ہوا تھا وحید گاؤں کے کاغذات اور داخل خارج کے مقدمات دیکھ رہا تھا۔ پشت پر ہوئی آہٹ پلٹ کر دیکھا ہے تو مرزا آ کا۔ خون ہی تو خشک ہو گیا۔ چچا کی حیثیت سے الگ ہوکر بھی مرزا آ کا اس کینڈے کے انسان اور بگڑے دل آدمی تھے کہ تقریر اور گفتگو کو چھوڑ کر باوجودیکہ بدن میں رعشہ اور کمر جھک گئی تھی ہاتھ پاؤں بھی وحید جیسے دو کو بہت تھے۔ آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ وحید تو صورت دیکھتے ہی سہم گیا۔ کاغذ چھوڑ چھاڑ اور آدمیوں کو ہٹا بہ دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ مرزا صاحب بیٹھ گئے تو گردن نیچی کر سامنے آ بیٹھا۔ دونوں خاموش تھے۔ کچھ دیر اسی طرح گذری اور پھر مرزا صاحب نے ایک جمائی لیکر فرمایا۔

مرزا جی۔ کہو بھائی وحید۔ سنا ہے میاں مجید چلے گئے یہ کیا معاملہ ہے۔

وحید۔ جی ہاں چلے گئے۔

مرزا جی۔ یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ چلے گئے مگر پوچھنا یہ ہے کہ کیوں چلے گئے۔

وحید۔ وہ تو اپنی ذات سے بہت ہی میانہ آدمی ہیں مگر آجکل کی عورتوں کا حال

رغبت امیروں سے نفرت۔ خوشامد سے دور تصنع سے بیزار جب تک جیا ایسا جیا
کہ جس رستہ نکل جاتا۔ لوگوں کی نگاہیں اٹھ جاتیں۔ صبح کی نماز سے فرصت پا
نکل کھڑا ہوتا۔ ڈھونڈ ڈھونڈ کر اور چھانٹ چھانٹ کر غریبوں سے ملتا اور فقیروں کے
ہاتھ آتا پرائے نام کے جان پہچان اور دور و نزدیک کے رشتہ دار کوئی ایسا نہ تھا جو اس کا
ممنون احسان نہ ہو۔ اسی کا بھائی وحید تھا جو امیروں پر شہد سمجھ کر مکھی کی طرح گرتا اور
غریبوں سے لاحول سمجھ کر شیطان کی مانند بھاگتا۔ نفس کا غلام مطلب کا بندہ۔ خوشامد کا
عاشق! اعزاز کا شیدا۔ دنیا کا دوست۔ دین کا دشمن۔ آدمی کی اوٹ میں جانور اور مسلمان
کے بھیس میں کافر۔ علاقہ واگذاشت ہوا۔ ہوا تو بے شک حمید کی کوشش اور حمید کی یاد
دوڑ ہی سے۔ مگر دونوں ایک باپ کی اولاد۔ ایک ماں کے بچے۔ وارث شرعی دونوں ہی تھے
وحید نے چپہ چپہ اور تل تل پر قبضہ کر دودھ کی مکھی کی طرح بھائی کو نکال باہر کیا۔ حمید
ان جھگڑوں سے الگ تھلگ اور ان معاملوں سے دور رہنے والا آدمی ان چالاکیوں کو
کیا سمجھتا تھا۔ ایک آپ اور ایک بیوی کل دو دم تھے مطلق پروا نہ کی۔ یہ حمید کی
علانیہ غلطی اور صریح بیوقوفی تھی۔ اگر بھائی کی زندگی تک صرف اس کا دل خوش
کرنے کو آدھی کیا ساری جائداد اس کو دیدیتا تو حمید اس قماش کا آدمی تھا کہ غلاموں
کی طرح بھائی کا فرمانبردار اور نوکروں کی مانند ہوں پر تیار رہتا۔ حمید کے بعد اور وارث
ہی کون بیٹھا تھا۔ یوں بھی سعید اور وہ ساجھی۔ دنیا اور دین دونوں کما لیتا۔ مگر دل میں
کھوٹ ایمان میں نقص طبیعت میں خرابی۔ ترکہ کسی کا اور وہ نہ کیسا۔ اس کا رہنا بھی گوارا نہ
ہوا۔ محلسرا کے ایک کونہ میں دونوں میاں بیوی رہتے تھے کھانے سے غرض نہ پینے سے واسطہ
کھانا بھائی بھاوج نے جو بھیجدیا وہ کھا لیا۔ جو بنا دیا وہ پہن لیا۔ چار پانچ ہزار کا زیور بیوی
کے پاس تھا وہ راہ خدا میں لٹا دیا اور اب کہ کوئی سہارا تک نہ تھا وحید نے
یہ سمجھ کر کہ کہیں مجید رنگ نہ لائے اس کا یہاں ٹھہرنا بھی قبضہ کی

ذلیل ہو گی۔ اتنا ذلیل کیا کہ سب کے سامنے منہ در منہ کہدیا کہ میرے ہاں جگہ نہیں تم کچھ اور فکر کرو۔ مجید کو کیا عذر ہو سکتا تھا۔ وہ اس دن کے واسطے پیدا ہی نہ ہوا تھا کہ کسی کو رنجیدہ کرتا۔ وحید کھڑا دیکھتا رہا اور مجید اپنا اسباب بغل میں مار بیوی کو چادر اُڑھا ساتھ لے محل سرائے سے چل دیا۔ خلق کا حلق بند اور دنیا کی زبان روکی نہیں جا سکتی۔ مجید نے تو پرواہ نہ کی۔ اندر رہا تو خوش اور باہر رہا تو خوش۔ مگر لوگوں نے وحید کو نکو بنانے میں کسر نہ کی۔ وحید کے ایک بزرگ حقیقی چچا تو نہ تھے مگر وہ چچا تھے جن کی عزت ہمیشہ رشید نے اتنی کی کہ اٹھ کر لیا۔ اور کھڑے ہو کر ملا۔ یہ سنکر کہ وحید نے مجید کو محلسرائے سے باہر نکال دیا۔ وہ تک گئے۔ آ کر دیکھا تو داد باندی ہاتھ میں لے سر پر کھڑے ہوئے۔ تھے تو بڈھے اور بڈھے بھی پھونس مگر مرزائی کس بل موجود تھا۔ ڈاڑھی چڑھی ہوئی۔ موچھیں مڑی ہوئی خضاب لگا ہوا۔ کمر پٹکا بندھا ہوا۔ وحید گاؤں کے کاغذات اور داخل خارج کے مقدمات دیکھ رہا تھا۔ پشت پر ہوئی آہٹ پلٹ کر دیکھا تو مرزا آکا۔ خون ہی تو خشک ہو گیا۔ چچا کی حیثیت سے الگ ہو کر بھی مرزا آکا اس کینڈے کے انسان اور بگڑے دل آدمی تھے کہ تقریر اور گفتگو کو چھوڑ کر باوجودیکہ بدن میں رعشہ اور کمر جھک گئی تھی ہاتھ پاؤں سے بھی وحید جیسے دو کو بہت تھے۔ آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ وحید تو صورت دیکھتے ہی سہم گیا۔ کاغذ چھوڑ چھاڑ اور آداب کر ہٹا ہو دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ مرزا صاحب بیٹھ گئے تو گردن نیچی کر سامنے آ بیٹھا۔ دونوں خاموش تھے۔ کچھ دیر اسی طرح گذری اور پھر مرزا صاحب نے ایک جماہی لیکر فرمایا۔

مرزا جی۔ کہو بھائی وحید۔ سنا ہے میاں مجید چلے گئے یہ کیا معاملہ ہے۔

وحید۔ جی ہاں چلے گئے۔

مرزا جی۔ یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ چلے گئے مگر پوچھنا یہ ہے کہ کیوں چلے گئے۔

وحید۔ وہ تو اپنی ذات سے بہت ہی میاں آدمی ہیں مگر آجکل کی عورتوں کا حال

آپ جانتے ہیں۔ عورتیں کیا بس کی گانٹھ ہیں بیں نے ہمیشہ اُن کی سہی اور اُف تک کی۔ اسی لئے کہ گھر کی ہوا نہ بگڑے۔ اب اس نیک بخت نے یہ فتنہ کھڑا کیا کہ بڑا کمرہ ہم کو دو نہیں تو ہم جاتے ہیں۔ مجھے تو اس میں بھی عذر نہ تھا۔ مجید کیا غیر ہیں۔ اول بھی اُن کا اور آخر بھی اُن کا۔ مگر وہ تو فقط جانا تھا۔ کمرے کا پسِ مع بہانہ تھا۔ میاں کو ساتھ لے چلی گئیں۔ سو میں انشاءاللہ جاؤں گا منت کروں گا۔ ہاتھ جوڑوں گا۔ مگر لاؤں گا ضرور۔ اب دنیا کو کیا خبر کہ اصلیت کیا ہے۔ آپ بزرگ تھے۔ دریافت کرنے آگئے۔ اصلیت معلوم ہو گئی۔ دوسرے تو میرا ہی قصور سمجھیں گے۔ کیوں چچا جان یہ جو زراعت سیر کا جھگڑا چل رہا تھا اس کا کچھ فیصلہ ہوا یا نہیں یہ اندھیر کہیں نہیں دیکھا کہ سیر کو خود کاشت بنائے دیتا ہے۔ میں کیا عرض کروں۔ فرمایئے تو چار دن میں بدمعاش کو ٹھیک بنادوں ذرا کاغذات تو مجھے بھیج دیجئے۔

مرزا جی۔ اس سیر اور خود کاشت کو تو معاف کیجئے مطلب کی بات کہئے جس کے واسطے میں آیا۔ اور جو تم سے طے کرنی ہے۔ تم میری آنکھوں میں خاک جھونکتے ہو۔ کل کے بچے اصلی بات اُڑا کر سیر خود کاشت کا جھگڑا لے بیٹھے۔ میں بڈھا ضرور ہوں۔ مگر یہ سمجھنا کہ سٹھیا گیا۔ تم جیسے چھوکرے تو میرے ناخونوں میں بھرے پڑے ہیں مجید اور اسکی بیوی دونوں میاں بیوی آدمی نہیں گائے ہیں۔ بھلا وہ بدنصیب تم سے محلسرا کا کیا دعویٰ کرتا اور وہ تقدیر پھوٹی جو ہر حال میں راضی اور ہر رنگ میں خوش کیا فتنہ اُٹھاتی اس کے تو ماں باپ نے کبھی فتنہ فساد نہ سنا ہو گا۔ میں پہلے دن میں گیا تھا اور نہیں آرہا ہوں۔ بہتیرا کہا ہر چند سمجھایا۔ لاکھ کوشش کی کہ مجید آج ہی تم پر تقسیم جائداد کا دعوے کردے اور میں دیکھ لوں کہ تم کس کے بچے ہو کہ مرزا رشید کے مال میں سے مجید جیسے لال کو محروم کردو۔ مگر کٹ جائے اُن کی زبان اور پھوٹے ان کا منہ جو ایک حرف شکایت کا لب پر آیا ہو دونوں خوش ہیں اور جسطرح پہلے تمہارے دعاگو تھے آج بھی ہیں

گریبان میں منہ ڈالو اور سوچو واقعات پر نظر ڈالو اور غور کرو حقیقی بھائی برابر کا بازو اور سر پر لے کا سر باپ کی یادگار۔ ماں کی نشانی مجید اور اس کی بیوی تو ڈیڑھ گز تنگ گلی میں جہاں پوری چارپائی بھی نہ بچھ سکے ٹوٹے ہوئے کھٹولے پر بیٹھے ہوئے کپڑے پھٹے زندگی بسر کریں تم اور تمہاری بیوی تمہارے بچے اس عظیم الشان محلسرا اس جگہ دہری حویلی اس قلعہ مکان میں میزیں کرسیاں لگائے دری قالین بچھائے نواڑی پلنگوں پر چادروں اور توشکوں پر پڑے حکومت کرو۔ تم انسان نہیں پتھر اور مسلمان نہیں کافر ہو۔ بھائی کی غربت اور بھاوج کی مصیبت پر تمہارا دل نہ پسیجا۔ وحید پھوٹ جاتیں آنکھیں جس وقت دیکھتیں کہ بھائی بیوی کا ہاتھ پکڑے باپ کے مکان سے نکل رہا ہے اور غارت ہو جاتا یہ دل جب گوارا کرتا کہ پردہ نشین بھاوج جسکو تیرا باپ پالکی میں بٹھا کر اس در پر لایا تھا۔ بغل میں بچھونا لئے محلسرا سے رخصت ہو رہی ہے۔ میں مولوی نہیں۔ عالم نہیں۔ عابد نہیں زاہد نہیں حاجی نہیں لتھڑا اور گناہوں میں آلودہ مگر میری روح لرز گئی جب میں نے یہ واردات سنی۔ بتاؤ کس طرح تم کو اس محلسرا میں اس پلنگ پر نیند آگئی۔ کیونکر تمہارے حلق سے یہ تر نوالے یہ لذیذ کھانے اتر گئے! اس حالت میں اور اس آفت میں کہ بھائی بھاوج گھر کی کھٹیا پر بھوکے پڑیں۔ مجید تو بھولا شخص اور اس کی بیوی وہ سیدھی عورت ہے جسکو دیکھ کر کافر کا جی بھی ایک دفعہ مسلمان ہونے کو چاہ جائے۔ تو اتنا کچھ کر رہا ہے اور اپنی دانست میں بہت کچھ عزت بہت بڑی صاحبی اور سب سے زیادہ نام پیدا کر لیا۔ مگر ہماری نگاہ میں تیرا اعزاز تیری وقعت تیرا نام تیری عزت خدا کی قسم دو کوڑی کی۔ عزت مجید اور اس کی بیوی کی ہے۔ اس غلسی اور غربت میں سارا محسن پورہ ان کا کلمہ پڑھ رہا ہے آج شہر بھر میں ایک متنفس ایسا نہیں جو انکے پسینہ پر خون بہانے کو تیار نہ ہو جائے میں جانتا ہوں کہ مجید کا خسر مر گیا گویا در گیا مگر اس کی بیوی بے وارثی نہیں ہے محلواڑہ کے لوگ اگر اڑتی سی خبر بھی پائیں گے تو لکھ لے سنگ زادی کے قدموں پر خون کے نالے بہ جائیں گے۔ میں

سچ کہتا ہوں مغل اگر بگڑ گئے تو تیری تکا بوٹی کر دیں گے۔ میں خوب سمجھتا ہوں کہ دنیا تیرے پیچھے پڑ گئی اور اب تجھکو سوا ترقی کے کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ مگر اچھی طرح سمجھ لے کہ مغل سب کچھ اُگلوالیں گے۔ وحید اب بھی سنبھل جا۔ ہاتھ جوڑ اس بھائی کے آگے جو تیرا باپ ہے اور پاؤں میں گر اس بھاوج کے جس کے ساتھ تیرے باپ کی لاج اور جس کے ہاتھ تیرے دادا کی آبرو ہے۔

آکا مرزا کی تقریر ختم ہوتے ہی کس کا سوال اور کیسا جواب کہاں کا قیام اور کدھر کا انتظار، سیدھا اُٹھ کان دبا۔ ٹوپی اوڑھ بھائی کے پاس۔ دونوں میاں بیوی بیٹھے روٹی کھا رہے تھے۔ وحید کی صورت دیکھتے ہی بھاوج اُٹھ کھڑی ہوئی اور کہا۔ آؤ بھائی کھانا کھاؤ۔ دیکھو کیسے مزے کی بیسنی روٹی ہے۔ چٹنی بھی اس وقت بہار دکھا رہی ہے۔

وحید۔ میں تو کھا کر آیا ہوں بسم اللہ کرو۔

بھاوج۔ ایک آدھ نوالہ تو کھاؤ۔ دیکھو تو سہی کیسے مزے کی پکی ہے۔

وحید۔ واقعی میں کھا کر آیا ہوں نہیں تو ضرور کھا لیتا۔

بھاوج۔ میرے کہنے سے ایک ٹکڑا توڑ دو تو سہی گرما گرم ہے۔

وحید۔ نہیں اس وقت تو معاف کرو۔

بھاوج۔ اچھا نہیں سہی جانے دو۔

مجید۔ یہ میری اچکن ادھر بچھا دو اس پر بیٹھ جائیں گے۔ لو بھائی بیٹھو۔

وحید۔ میں تو اس لئے آیا تھا کہ میں نے کچھ کہا اور تم کچھ سمجھے۔ میں گاؤں چلا گیا تھا۔ اب جو آکر دیکھا تو تم یہاں ہو۔ میری زندگی تک تو بھی تم دونوں میرا ساتھ چھوڑو نہیں میرے بعد اختیار ہے۔

مجید۔ اچھا بھئی تو ہم پھر وہیں چلے چلیں۔

وحید۔ ہاں چلئے۔

بھاوج ۔ تو ہم ذرا روٹی تو کھالیں ابھی چلتے ہیں۔

وحید۔ ہاں روٹی کھا کر دونوں آجائیے۔

وحید یہ کہکر چلا گیا تو دونوں میاں بیوی بہت خوش ہوئے۔ مجید نے بیوی کی طرف دیکھا اور کہا۔

بھائی کی محبت بھی اللہ نے کیا بنائی ہے اس وقت تو ضرورت ہوئی اس لیے کمرہ خالی کرالیا۔ پھر جی گھبرایا تو بلانے آگئے۔

بیوی ۔ سیدھے آدمی ہیں تیر میر نہیں آتی۔ چلو جلدی چلے چلو۔ ایسا نہ ہو وہ راہ دیکھ رہے ہوں۔

مجید اتنا سیدھا اتنا سچا۔ اتنا صاف کہ ترکہ گیا ورثہ گیا حصہ گیا حق گیا، گھر گیا بار گیا مگر وہ اللہ کا بندہ مصیبت کی گھڑی آکر پڑی تو خاک نہ سمجھا۔ وحید ایسا ہشیار ایسا مکار۔ ایسا کھوٹا کہ گاؤں لے مفسرا لی۔ مال لیا متاع لیا۔ زیور لیا۔ جائداد لی اور پھر بھی چین سے نہ بیٹھا۔ آکا مرزا کی تقریر وحید کی روشنی طبع کے لئے بلا ہوئی۔ اور اسے پورا کھٹکا ہو گیا کہ سو بسوے تو میرے جیتے ہی جی ورنہ میرے بعد خلل نزاد ــــ چپکے رہنے والے نہیں۔ یہ وہ شورہ پشت لوگ ہیں کہ کوڑی کوڑی اور دام دام کھولیں اور پھر بھی چین سے بیٹھیں نہ بیٹھنے دیں۔ مجید کی زندگی میری تمام امیدوں کا خون اور کل آرزوؤں کو پامال کرنے والی ہے۔ یہ وہ وقت تھا کہ انسان کی جان گاجر مولی سے زیادہ وقعت نہ رکھتی تھی اور روز صبح کو چاند ماری کے میدان میں بیسیوں باغی بھیڑ بکری کی طرح ذبح ہوتے تھے۔ وحید کے اشارے کی دیر تھی۔ مجید باغیوں میں گرفتار ہو کر قتل میں بھیجدیا گیا۔ مقتول نے بہت زور لگائے ہر چند چیخے پیٹے کوشش بھی کی سفارشیں بھی بلکہ پھانسی سے ایک روز قبل سارے محسن پور نے مجید کی بیگناہی کی شہادت دی مگر وحید کی گرہ

ایسی بودی نہ تھی کہ کھل جاتی جس وقت پھانسی کی خبر حمیدہ کی بیوی صغیرہ کو پہنچی ہے، تو رات کا ابتدائی حصہ تھا۔ اس کی صداقت دیور کی شرارت کا شبہ بھی نہ کر سکی۔ روتی ہوئی آئی اور کہنے لگی۔ سنا ہے صبح کو پھانسی ہوگی وہ تو کسی کے لینے میں نہ دینے میں بھیا تو ہی حاکم سے جا کر کہدے کہ وہ بے قصور ہیں۔

وحید (رو کر) بھابی میں تو آج تین دن سے اسی چکر میں پھر رہا ہوں۔ چائے کی ایک پیالی کا گنہگار ضرور ہوں۔ روٹی اگر کھائی ہو تو حرام سور۔ ہر وقت رو رہا ہوں ہائے بھائی کو کہاں سے لاؤں۔

دیور کی گفتگو سنکر سچا دل اور بھی پھوٹ پھوٹ کر رویا۔ کہنے لگی "تو اب بچنے کی کوئی امید نہیں"

وحید۔ ہاں اب تو اللہ ہی اللہ ہے۔

خاموش ہو کر اپنی کوٹھری میں آ گئی۔ تھوڑی دیر بیٹھی ہوگی کہ جی گھبرایا۔ باہر نکلی چاند کی روشنی نیم کے درخت سے چھن چھن کر اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی اور تمنائیں قلب مضطر کی بے گناہ آرزوں اور معصوم حسرتوں کو خاموشی سے تک رہی تھیں دل بجھ گیا تھا زبان خاموش تھی اور ایک ایک کو اس امید پر دیکھ رہی تھی کہ شاید کوئی عُبید کو چھڑا لائے۔ دفعتہً حمید نے آ کر کہا۔ تم پریشان نہ ہو۔ ممکن ہے صبح کو چھوٹ جائیں میں نے کوشش تو بہت کی ہے۔ اتنا سنتے ہی اچھل پڑی۔ آدھی رات کا سناٹا وقت تھا جب ایک مظلوم عورت ان الفاظ کا یقین کر کے ظالم دیور کے قدموں میں گر پڑی اور کہا۔

"خدا تیری عمر دراز کرے بھیا ہم تو الگ تھلگ رہنے والے آدمی ہیں بھلا ہمیں ان باتوں سے کیا واسطہ تو نے بڑا احسان کیا۔ اللہ تیرے بچوں کی عمر دراز کرے"

مایوس دل کا امیدوار ہونا تھا کہ چہرے کی افسردگی بشاشت سے بدل گئی خیال آیا اتنے

روزے بھوکے ہیں، وہاں کس نے کھلایا ہوگا۔ روٹی پکالوں صبح ہی کھلادونگی۔ اُٹھی آٹا گوندھا۔ روٹی پکائی۔ دال چڑھائی۔ رات گھڑیاں گن گن کر کاٹی اور وقت خدا خدا کرکے گذارا۔ ادھر موذن نے اللہ اکبر کی صدا دی ادھر بدنصیب منزل زادی سفید چادر سر پر ڈال مقتل میں پہنچی آفتاب نکل چکا تھا۔ چاروں طرف پھانسیاں گڑی ہوئی تھیں اور باغیوں کا گروہ پابجولاں موجود تھا۔ دور سے دیکھا۔ اور بے تاب ہوکر قریب پہنچی۔

بیوی۔ چلو اب گھر چلو نہ۔

مجید۔ مجھے تو پھانسی کا حکم ہے۔ اب ہوگی۔

بیوی۔ نہیں تو۔ وحید کہتا تھا چھوٹ جائیں گے۔

مجید۔ اس کو کیا خبر بچہ ہے۔ کل حکم ہوگیا۔

بیوی۔ تو کس نے پکڑوایا۔ ہم نے تو خدا گواہ ہے کچھ نہیں کیا۔

مجید۔ خیر مرنا تو ہے ہی جس طرح اللہ کی مرضی ہو۔

بیوی۔ پھر اب کیا ہوگا۔ اے بہن ہم سے تو قسم لے لو۔ جو ہم نے کچھ بھی کیا ہو ہم تو غدر کے دنوں میں گھر سے باہر بھی نہیں نکلے۔

مجید۔ بس صبر کرو اللہ ہی اللہ ہے۔

بیوی کھڑی دیکھتی رہی اور مجید پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔

بیوی کی نگاہ شوہر کے چہرے پر رہی اور جسم بیجان تختہ سے نیچے لٹک گیا۔ لوگ اپنے اپنے مردوں کو لیکر چلے گئے تو صغیرہ نے شوہر کی لاش دیکھی۔ اس کے قریب آئی سر اٹھا کر گود میں لیا اور وہیں گڑوا دیا۔ اب اس کی دنیا اور دنیا کے تمام تعلقات زندگی اور زندگی کی تمام کائنات یہ ڈیڑھ دو گز زمین تھی۔ جہاں دن رات پڑی رہتی۔ جنگل کی ڈراؤنی راتیں تنہائی کی وحشت ناک گھڑیاں تھیں اور گذر جاتیں۔ دونوں کو تب

بھوک لگتی تو کبھی شہر کی طرف چلی آتی۔ ورنہ اسی سمت رخ کر دیتی اور دور نکل جاتی۔ جہاں خانہ بدوش مسافر تواضع میں کسر نہ رکھتے اور جو کچھ موجود ہوتا فراخدلی سے قدرت کی اس تصویر کے سامنے رکھتے، جو کائنات کی قابل ناز ہستی تھی۔ جاڑوں کی کڑکڑاتی سردی بادلوں کی آفت ناک گڑگڑاہٹ۔ بجلی کی قیامت خیز چمک گیدڑوں کی چیخم دھاڑ اور سانپوں کی پھنکار کوئی طاقت ایسی نہ تھی جو صغیرہ سے شوہر کی قبر چھڑوا دیتی۔ جھاڑو نہ تھی۔ مگر اپنے ہاتھ سے اس کو لیپتی پوتتی۔ جھاڑتی پونچھتی۔ کنوؤں سے پانی لاتی جنگل سے پھول چنتی اور بے گناہ شوہر کی قبر کو گلدستہ بناتی۔ خوش ہوتی۔ روتی۔ چومتی اور ہاتھ پھیرتی اور اسی طرح جب نیند کا غلبہ ہوتا تو پائنتی پڑ رہتی۔ جب خانہ بدوشیاں موقوف ہوگئیں تو یہ قطعہ جہاں ہزارہا بندگان خدا دنیا سے رخصت ہوئے جنگل بیابان رہ گیا صغیرہ نے خود ہی چاروں طرف کچی دیواریں چنکر لکڑیوں کی چھت بنالی۔ میکے والوں نے بہت چاہا منت کی سماجت کی سمجھایا بجھایا۔ مگر ناکامیاب ہوئے اور اسطرح صغیرہ بے گناہ شوہر کی قبر پر اپنی زندگی بسر کرنے لگی۔ دنیا کی ہر چیز ترقی کر رہی تھی حسن پور کے جنگل بھی آبادی سے بدلے اور یہ حصہ جہاں برسوں کبھی چراغ نظر نہ آتا تھا۔ گلزار بن گیا۔ ہر طرف آبادی ہوئی دکانیں بنیں۔ مکان بنے۔ یہ تھی وہ جگہ جو مدرسہ کہلاتی تھی اور جہاں دو مکان حمید کے اور یہ چھوٹا سا گھونسلہ صغیرہ کا تھا۔

(۸)

مس واکر۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس زمین کے دینے میں کچھ عذر ہے۔ مگر یہ تو ثواب کی بات ہے لوگ فائدہ اٹھائیں گے ہم آپ کو اس کی پوری قیمت دیں گے۔

شرمندہ۔ جی نہیں تکلیف نہیں، ان کی عادت ہی خاموش رہنے کی ہے رات کو کوئی [illegible] قیمت کی ضرورت نہیں یہ ان کی زر خرید نہیں ہے زمین سرکاری ہے

وحید۔ آپ کو ضرورت ہی تو شوق سے لیجئے۔ اس عورت کو میں جانتا ہوں میں اس کو اپنے ہاں جگہ دے دونگا۔

مس واکر۔ آپ خاموش کیوں ہیں۔ یہ قبر کس کی ہے۔

صغیرہ۔ میں چلی جاتی ہوں۔ آپ لے لیجئے۔

مس واکر۔ آپ اسے معاوضہ پر یہ خوشی دے سکتی ہیں۔ یہ کس کی قبر ہے۔

صغیرہ۔ میں پوچھ کیا کروں گی۔ آپ ہی کی زمین ہے لیجئے آپ اس قبر کو توڑینگی۔

مس واکر۔ ہاں یہاں ایک پختہ عمارت بنے گی۔

صغیرہ۔ بہت اچھا۔

وحید۔ مس صاحب آپ ہندوستانیوں کی عادت سے واقف نہیں ہیں یہ تو عجیب خلقت کے لوگ ہیں۔ جس قدر انسانیت برتئے اسی قدر سر پر چڑھ بیٹھیں گے مستری آؤ۔ ناپو۔ بیٹی تم باہر آ جاؤ۔

صغیرہ۔ یہ قبر ابھی ٹوٹے گی۔

فرخندہ۔ اب ہی ٹوٹے یا کبھی ٹوٹے اس میں کہا کیا ہے۔ قبر کی پرستش بہت ضروری ہے؟

صغیرہ۔ نہیں تو۔ اچھا لے لیجئے........ یہ قبر ابھی ٹوٹے گی؟

وحید۔ کہہ تو دیا کہ ہاں۔ اب گھڑی گھڑی پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔

مس واکر۔ فرخندہ بیگم آپ اتنے اس کام کو شروع کرائیے۔ میں ذرا ادھر ہو آؤں

مس واکر چلی گئی صغیرہ نکلکر باہر کھڑی ہوئی اور اس کی آنکھوں کے سامنے وہ مٹی کا ڈھیر جس کے پھاوڑے کی ہر چوٹ صغیرہ کے دل پر پڑتی برابر ہو گیا جب شام ہو چکی اور مزدور چلے گئے تو وہ ایک دفعہ رات کے وقت پھر یہاں آئی تھی اس کی آنکھوں سے آنسو کے چند قطرے اس مقام پر گرے جہاں مجید کی روح نے عالم بالا

کو پرواز کیا۔ اور جہاں اس کا جسم خاکی دبا ہوا تھا وہ آگئی اسوقت اس کے قلب کی وہ کیفیت تھی جو پھانسی کے وقت اس پر گذری وہ سمجھتی تھی کہ شوہر ہمیشہ کو چھوٹ گیا۔ اب اس کی ہڈیاں میرے سامنے موجود ہیں۔ انکو اس کی بجائے گلے سے لگاؤنگی مگر اس وقت دنیا کی حسرتیں بدنصیب بیوی کو ان ہڈیوں سے جدا کررہی تھیں رات اسی طرح گذری اور جب آفتاب سر پر چمکا تو اس زمین کو بوسہ دیا آنکھیں ملیں اور یہ کہکر چلی

اب انشاءاللہ قیامت کے روز ملیں گے

(۹)

فرخندہ کی جوانی جاڑوں کی چاندنی تھی کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔ بڑے بڑے نام تھا محلہ میں تو مشکل ہی سے کوئی ایسا ہوگا جس نے اس کے چہرہ کی زیارت نہ کی ہو لیکن پڑھے لکھے لوگ بھی اس قدر سے محروم تھے اس کے لباس کا شہرہ ہر گھر میں پہنچ چکا تھا۔ اس کی گفتگو کا ڈھنگ اس کے ملنے کا طریقہ اسکی بات چیت سب کے کانوں میں پڑی ہوئی تھی وہ ایسا [illegible] تحریر یا [illegible] کچھ اور لڑکیاں بھی اس کی مرید تھیں جو اسطرح کھلم کھلا تو کینچلی نہ بدل چکی تھیں مگر اس کی صحبت میں خوشی سے بیٹھتیں اس کے کاموں کو سراہتیں اور اس کے خطوط کو آنکھوں پر رکھتیں۔ بیچارے سیدھے سادے مسلمانوں کی دوستی کیا تھی کہ اس کی شادی کا خیال تک دل میں لا سکتے اس کی ہیبت اگر ہوسکتی تھی تو انہی لوگوں میں جو اس کی زندگی کے مداح اور اسکے اعمال کو جائز سمجھے ہوئے تھے اور جن کی زبان و قلم سے ترقی قوم کے ساتھ پہلا فقرہ یہ نکلتا تھا کہ جب تک لڑکیاں تعلیم یافتہ نہ ہوں لڑکوں کی تعلیم فضول ہے۔ مگر جنہوں نے کبھی یہ نہ فرمایا کہ لڑکیوں کو تعلیم کس ذریعہ سے دیجائے گی۔ اسی گروہ کی خواہشیں تھیں ان ہی لوگوں کے پیغام تھے ان ہی کی منت سماجت تھی اور ان ہی کی فریفتگی دگرگوں ہو گئی۔ وحیدہ کا خیال بھی کچھ چھپا ڈھکا نہ تھا کہ میری رائے میں خاندان کی تلاش حسب نسب کیا پرچول۔ ذات قمات

کی ٹٹول فضول ہے۔ لڑکا پڑھا لکھا ہو صورت شکل کا ہو۔ ذاتی جوہر ہوں کنبہ والے
تو اتنا سنتے ہی کنارے ہو گئے اور اگر کسی نے بے غیرت بنکر کہا بھی تو اپنا سا منہ لیکر
چپکا ہو گیا۔ ہاں منظور ہوئی تو درخواست ایک نو مسلم کی جس کے باپ کا پتہ نہ دادا کا نشان
مگر بی اے تھا وکیل تھا اور ڈھائی تین سو روپے ماہوار کما بھی لیتا تھا۔ میاں بیوی
ایک دوسرے سے بیخبر بھی نہ تھے۔ نصیر فرخندہ کو اور فرخندہ نصیر کو ایک دو دفعہ نہیں
بارہا دیکھ چکے تھے اور گو ٹھیک نہیں معلوم مگر تعجب کیا ہے کہ ایک آدھ دفعہ بات چیت بھی
ہو گئی ہو کیونکہ کشش کے کاروبار میں نصیر کا حصہ بھی فرخندہ سے کم نہ تھا۔ فرخندہ کی ماں
کہنے کو تو وحید کی بیوی تھی اور امید بھی یہی تھی کہ وحید اور فرخندہ کی صحبت نے پورا نہیں تو نیم
تر تو بنا ہی دیا ہو گا۔ مگر اس کمبخت پر بچپن کا کچھ ایسا رنگ چڑھا تھا کہ وحید کی عمر سمجھاتے
گذر گئی۔ مگر ادھر خدا دو ہوا۔ سمجھا کر اس نے کہا۔ سمجھا کر اس نے کہا۔ چمکار کر کہا
منت سے کہا مگر اس اللہ کی بندی پر اثر نہ ہوا۔ وحید اور فرخندہ دونوں باپ بیٹیاں
اس کی نماز پڑھتے اس کے وظیفوں پر لوٹتے مضحکہ اڑاتے ٹھٹھے لگاتے مگر وہ
چھپکر آنکھ بچا کر کوٹھری میں جاتی۔ نمرہ میں پہنچتی اور فرض ادا کر لیتی۔ بات قریب قریب پختہ
ہو گئی تو نصیر نے لیڈی ڈاکٹر کو اس غرض سے بھیجا کہ وہ فرخندہ کی صحت کا اطمینان کرے
اور اس کی تعلیم وغیرہ کے متعلق رائے دے۔ یہ منظر ماں کی نگاہ میں وہی معنی رکھتا
تھا جیسے لڑکے والیاں بات ٹھہرانے اور لڑکی کو دیکھنے کے واسطے آتی ہیں۔ وحید نے
بیٹی کی موجودگی میں بیوی سے صرف اتنا کہہ دیا کہ مسٹر نصیر کا خط آیا ہے کہ آج ساڑھے
تین بجے لیڈی ڈاکٹر لڑکی کو دیکھنے آئیں گی۔

فرخندہ کے دل کی کیفیت تو آگے چلکر معلوم ہوگی کہ باپ کے الفاظ نے اس پر
کیا اثر کیا۔ مگر ماں بیچاری کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اس کی حالت اس طالبعلم
سے کم نہ تھی جو امتحان کے واسطے رات بھر جاگتا اور اللہ اللہ کرتا ہے مگر پاس ہو یا

وحید۔ آپ کو ضرورت ہی تو شوق سے لیجئے۔ اس عورت کو میں جانتا ہوں میں اس کو اپنے ہاں جگہ دے دونگا۔

مس واکر۔ آپ خاموش کیوں ہیں۔ یہ قبر کس کی ہے۔

صغیرہ۔ میں چلی جاتی ہوں۔ آپ لے لیجئے۔

مس واکر۔ آپ اسے معاوضہ پر بہ خوشی دے سکتی ہیں۔ یہ کس کی قبر ہے۔

صغیرہ۔ میں روپیہ کیا کروں گی۔ آپ ہی کی زمین ہے لے لیجئے آپ اس قبر کو توڑینگی۔

مس واکر۔ ہاں یہاں ایک پختہ عمارت بنے گی۔

صغیرہ۔ بہت اچھا۔

وحید۔ مس صاحب آپ ہندوستانیوں کی عادت سے واقف نہیں ہیں یہ تو عجیب خلقت کے لوگ ہیں۔ جس قدر انسانیت برتئے اسی قدر سر پر چڑھ ہیں گے مستری آؤ۔ ناپو۔ بیٹی تم باہر آجاؤ۔

صغیرہ۔ یہ قبر ابھی ٹوٹے گی۔

فرخندہ۔ اب ہی ٹوٹے یا کبھی ٹوٹے اس میں کہا کیا ہے۔ قبر کی پرستش بہت ضروری ہے؟

صغیرہ۔ نہیں تو۔ اچھا لے لیجئے .... یہ قبر ابھی ٹوٹے گی؟

وحید۔ کہہ تو دیا کہ ہاں۔ اب گھڑی گھڑی پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔

مس واکر۔ فرخندہ بیگم آپ اتنے اُس کام کو شروع کرائیے۔ میں ذرا ادھر ہو آؤں مس واکر چلی گئی صغیرہ نکلکر باہر کھڑی ہوئی اور اس کی آنکھوں کے سامنے وہ مٹی کا ڈھیر جس کے پھاوڑے کی ہر چوٹ صغیرہ کے دل پر پڑتی برابر ہوگیا جب شام ہوچکی ہے اور مزدور چلے گئے تو وہ ایک دفعہ رات کے وقت پھر یہاں آئی مٹی اس کی آنکھوں سے آنسو کے چند قطرے اس مقام پر گرے جہاں مجید کی روح نے عالم بالا

کی تیوں فضول ہیں۔ لڑکا پڑھا لکھا ہو صورت شکل کا ہو۔ ذاتی جوہر ہوں کنبہ والے تو اتنا سنتے ہی کنارے ہوئے اور اگر کسی نے بے غیرت بنکر کہا بھی تو اپنا سا منہ لیکر چپکا ہو گیا۔ ہاں منظور ہوئی تو درخواست ایک نو مسلم کی جس کے باپ کا پتہ نہ دادا کا نشان مگر بی اے تھا وکیل تھا اور ڈھائی تین سو روپے ماہوار کما بھی لیتا تھا۔ میاں بیوی ایک دوسرے سے بیخبر بھی نہ تھے۔ نصیر فرخندہ کو اور فرخندہ نصیر کو ایک دو دفعہ نہیں بارہا دیکھ چکے تھے اور گو ٹھیک نہیں معلوم مگر تعجب کیا ہے کہ ایک آدھ دفعہ بات چیت بھی ہو گئی ہو کیونکہ مشن کے کاموں میں نصیر کا حصہ بھی فرخندہ سے کم نہ تھا۔ فرخندہ کی ماں کہنے کو تو وحید کی بیوی تھی اور امید یہی تھی کہ وحید اور فرخندہ کی صحبت نے پورا نہیں تو نیم تر تو بنا ہی دیا ہو گا۔ مگر اس نیکبخت پر بچپن کا کچھ ایسا رنگ چڑھا تھا کہ وحید کی عمر سمجھاتے گذر گئی۔ مگر او وہ، خفا وہ ہوا۔ سمجھا کر اس نے کہا۔ سمجھا کر اس نے کہا۔ چمکار کر کہا منت سے کہا مگر اس اللہ کی بندی پر اثر نہ ہوا۔ وحید اور فرخندہ دونوں باپ بیٹیاں اس کی نماز پر ہنستے اس کے وظیفوں پر لوٹتے مضحکہ اڑاتے ٹھٹھے لگاتے مگر وہ چپکے آنکھ بچا کر کوٹھری میں چلی جاتی۔ کمرہ میں پہنچی اور فرض ادا کر لیتی۔ بات قریب قریب پختہ ہو گئی تو نصیر نے لیڈی ڈاکٹر کو اس غرض سے بھیجا کہ وہ فرخندہ کی صحت کا اطمینان کرے اور اس کی تعلیم وغیرہ کے متعلق رائے دے۔ یہ منظر ماں کی نگاہ میں وہی معنی رکھتا تھا۔ جیسے لڑکے والیاں بات ٹھہرانے اور لڑکی کو دیکھنے کے واسطے آتی ہیں۔ وحید نے بیٹی کی موجودگی میں بیوی سے صرف اتنا کہدیا کہ مسٹر نصیر کا خط آیا ہے آج ساڑھے تین بجے لیڈی ڈاکٹر لڑکی کو دیکھنے آئیں گی۔

فرخندہ کے دل کی کیفیت تو آگے چلکر معلوم ہو گی کہ باپ کے الفاظ نے اس پر کیا اثر کیا۔ مگر ماں بیچاری کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اس کی حالت اس طالبعلم سے کم نہ تھی جو امتحان کے واسطے رات بھر جاگتا اور اللہ اللہ کرتا ہے مبتی کو پانی ملایا

مرجاؤں کیا کروں۔ توبہ توبہ یہ اندھیر۔ یہ غضب۔ یہ قیامت۔ کنواری بچی اور ایسا دیدہ لیر خدا دشمن کا بھی نہ کرے۔ بازار والیوں کو بھی مات کیا۔

فرخندہ۔ بس بس! فضول گفتگو مطلق نہ کرو۔ خاموش۔ خاموش۔

(۱۰)

واکر ہال کے جلسہ سنگ بنیاد میں جس کی سکرٹری فرخندہ نصیر الحق تھی ہندو مسلمان پارسی عیسائی ہر قوم کی عورتیں شریک تھیں جلسہ کا انتظام آٹھ روز پہلے سے شروع ہو گیا تھا۔ رنگ برنگ کی جھنڈیاں بیلیں اور پھول چاروں طرف ہوا میں لہرا رہے تھے شامیانوں کے نیچے کرسیاں دریوں پر فینسی اسٹول میزوں پر خوبصورت گلدستے۔ منڈوا منہ سے بول رہا تھا۔ بیویوں کی زرق برق پوشاکیں ساریاں اور سائے ہر طرف جگمگا رہے تھے۔ بنت الوقت سر سے پاؤں تک سوا اس کے کہ رنگ گورا نہ تھا کسی طرح مس واکر سے کم نہیں تھیں۔ مسلمان عورتوں میں صرف بنت الوقت ہی اکیلی نہ تھی اور بھی دس بارہ اس کی ہم خیال لڑکیاں کنواری بھی اور بیاہی بھی ادھر اُدھر چلتی پھرتی تھیں۔ ٹھیک ایک بجے کلکٹر صاحب کی میم آ پہنچیں مس واکر اور بنت الوقت نے دروازے میں ہاتھ ملایا اور باتفاق رائے وہی صدر جلسہ قرار پائیں سب سے پہلے مس واکر نے افتتاحیہ تقریر کی جس میں بنت الوقت کی اعانت کا خصوصیت سے شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد بنت الوقت نے تعلیم نسواں پر لکھی ہوئی تقریر پڑھی اور سب کے بعد صدر جلسہ نے بنت الوقت کو سونے کی گھڑی عطا فرمائی۔

جب جلسہ ختم ہوا اور بیویاں چلنے لگیں تو بنت الوقت نے اعلان کیا کہ آج بعد نماز عشا، جلسہ مولود شریف ہے۔ امید ہے کہ مسلمان بہنیں شریک ہو کر اس جلسہ کی رونق بڑھائیں گی اور کوشش کریں گی کہ دوسری بہنیں بھی شریک ہوں۔

اس موقعہ پر مسلمان عورتیں کچھ زیادہ نہ تھیں۔ مگر جب بستی میں یہ خبر مشہور

ہوئی کہ آج بنت الوقت کے یہاں مولود ہے تو بنت الوقت یا وحید کی وجہ سے نہیں کہ ولادت کی خبر سنکر بالخصوص اس وجہ سے کہ استانی رابعہ سلطان کا سکہ محسن پور میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ تین سال کے بعد بیت اللہ سے تشریف لائی تھیں سینکڑوں عورتیں جمع ہو گئیں۔ رابعہ سلطان سیدھی آدمی تھی مسلمان اس بیچاری کے فرشتوں نے بھی بنت الوقت کے ڈھنگ نہ دیکھے تھے۔ تین مہینے سے آئی ہوئی تھیں اور اس کے حالات سن سن کر خدا یاد آرہا تھا صغیرہ کی کیفیت سنکر تو تھر تھر کانپنے لگیں۔ کئی دفعہ ارادہ کیا کہ جاؤں دیکھوں تو سہی کیا رنگ ہے مگر جب یہ سنا کہ دروازے پر پہرا کمر پر چوکیدار۔ اطلاع کی ضرورت اجازت کی حاجت اس پر بھی فرصت شرط اور موقعہ ضروری تو دل مار کر بیٹھ گئیں۔ اب جو بنت الوقت نے خود ہی یہ پرچہ لکھکر بھیجا۔

وحید منزل ۱۵ اکتوبر

ڈیر استانی رابعہ میں آج شام کو اپنی چند سہیلیوں کو چاء پر بلا رہی ہوں اسکی غرض زیادہ تر یہ ہے کہ محسن پور کی مسلمان بیویاں جو تعلیم نسواں کو عیب سمجھتی ہیں ہماری کوششوں کو وقعت سے دیکھیں اور سمجھ جائیں کہ جب تک وہ اس طرف توجہ نہ کریں گی مسلمانوں کی ترقی محال ہے آپ خوب اچھی طرح جانتی ہیں کہ جب تک مائیں پڑھی لکھی نہ ہونگی ان کی گودوں سے معقول بچے پیدا ہی نہیں ہو سکتے۔ بدقسمتی سے ان جاہل اور لکیر کی فقیر عورتوں کو سوا مذہب کے اور کوئی چیز اپنی طرف مائل نہیں کر سکتی۔ اسی لئے میں نے مولود کا اعلان کیا ہے تاکہ بیویاں کثرت سے جمع ہوں اور آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ پیغمبر اسلام کا معمولی ذکر کرنے کے بعد مقصد اصلی کی طرف توجہ فرمائیں اور اس طرح ہم لوگوں کا ہاتھ بٹا کر ممنون کریں۔

آپ کی صادق

فرخندہ (بنت الوقت)

اُستانی اس خیال سے تو بہت خوش ہوئیں کہ اس بہانے جانے کا موقعہ ملا۔ مگر بنت الوقت کی تحریر پڑھ کر تن بدن میں آگ لگ گئی۔ جہاں اس نے پیغمبر اسلام ؐ لکھا تھا اس جگہ کو بوسہ دیا، سر آنکھوں پر رکھا اور مغرب کی نماز سے فراغت پاتے ہی وہاں جا پہنچیں۔ اطلاع ہوئی تو ایک ماما نے ڈیوڑھی سے اتروا کر علیحدہ کمرے میں لیجا کر بٹھا دیا اور صرف اتنا کہا آپ تشریف رکھیں۔ آدھ گھنٹہ تک اُستانی جی خاموش بیٹھی رہیں پھر کسی نے آکر بات نہ پوچھی۔ اس کے بعد بنت الوقت کے آنے کی اطلاع ہوئی تو اُستانی جی یہ سمجھ کر کہ سامنے کی بچہ ہے گلے لگاؤں گی اس غرض سے اُٹھیں۔ مگر بنت الوقت داخل ہوئی تو صرف اتنا کہکر ہاتھ ملا لیا "اُستانی صاحبہ سلام۔ آپ بہت جلد آگئیں۔ تقریر کے واسطے نو بجے کا وقت مقرر ہے۔ ابھی آٹھ نہیں بجے۔ میں خود بھی اپنی تقریر تیار کر رہی ہوں اس لئے فرصت کم ہے میں آپ سے ٹھیک نو بجے ملوں گی"

اُستانی جی منہ ہی دیکھتی رہیں اور بنت الوقت یہ جا وہ جا۔ ساڑھے آٹھ بجے عشا کا وقت تھا مگر جا نماز نہ ملی نہ وضو کو پانی اور کیوں ہوتا اس سرے سے اس سرے تک سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ خود ہی باہر نکلیں پانی لیا۔ وضو کیا جانماز مانگی تو مامائیں ایک دوسرے کا منہ تکنے لگیں۔ اُستانی جی بھی سمجھ گئیں۔ اپنا برقعہ بچھا کر نماز پڑھی۔ پڑھ چکیں تو طلبی ہوئی وہاں جا کر دیکھتی ہیں تو کمرہ بیویوں سے کھچا کھچ بھرا پڑا ہے۔ ایسی بھی ہیں جو سچے دل سے اٹھیں عزت سے ملیں اور خوش ہوئیں ایسی بھی تھیں جو صورت دیکھکر مسکرائیں وضع کا مضحکہ اُڑایا اور ہنسیں سب سے پہلے بنت الوقت کی تقریر ہوئی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم مسلمان ہیں اور جب تک مسلمان نہ بنیں گے، ترقی نہیں کر سکتے۔ ہماری حالت دوسری قوموں کے مقابلہ میں کتنی ذلیل کس قدر پست کیسی قابل افسوس ہے۔ مگر کیسے تعجب اور حسرت و حیرت کا مقام ہے کہ ہمارے کانوں پر جوں

نہیں چلتی اور کبھی بھول کر بھی ہم کو اپنی ترقی کا خیال نہیں آتا۔ احساس کا مادہ جس پر قوم کی ترقی کا دارومدار ہے ہم میں سے بالکل مفقود ہو گیا۔ حد یہ کہ دوسری بہنیں جو ہماری ہم قوم نہیں ہم وطن نہیں ہماری حالت پر روئیں اور ہماری ترقی کے لئے کوشش کریں یہ سات سمندر پار کی رہنے والیاں اپنا عیش و آرام چھوڑ چھاڑ ہمارے ساتھ لپٹی رہیں۔ ہاتھ پاؤں سے۔ روپے پیسے سے کسی طرح ہم سے باہر نہیں۔ اور ہماری کیفیت یہ ہو کہ خود ترقی کرنا تو درکنار دوسروں کے احسان کا معاوضہ بھی لعن طعن سے کریں۔ میں نے آج کے جلسہ میں کس قدر افسوس کے ساتھ دیکھا کہ ہر قوم کی خواتین حصہ لے رہی تھیں مگر نہ تھیں تو مسلمان عورتیں۔ اگر تھیں بھی تو اتنی جتنی آٹے میں نمک اصل بات یہ ہے کہ ہم نے مذہب ہی کو چھوڑ دیا جو ترقی کا سرچشمہ تھا۔ مگر آپ یاد رکھیے جب تک آپ اسلام کے اصول سر آنکھوں پر نہ رکھیں گی۔ ترقی ممکن نہیں۔ آپ کو استانی صاحبہ بتائیں گی کہ پیغمبر اسلام کے کارنامے کیا تھے اور انہوں نے مسلمانوں کو کیا رستہ بتایا ہے۔

اتنا کہہ کر بنت الوقت بیٹھ گئی تو اُستانی صاحبہ اُٹھیں۔ انہوں نے سب سے پہلے درود شریف پڑھی اور حاضرین سے درخواست کی کہ وہ بھی پڑھیں اس کے بعد فرمایا۔

عزیز بہنو! تعلیم نسواں کی بابت یہ خیال کرنا کہ اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی صریح ظلم ہے۔

اسلام نے اس کو ضروری بیان کرنے میں کسی جنس کی تخصیص نہیں کی مسلمان عورتیں بساط علم پر آفتاب ماہتاب کی طرح چمکی ہیں۔ اگر آج مسلمانوں میں پڑھی لکھی بیبیاں نہیں ہیں تو اس کو اسلام سے واسطہ نہیں۔ مسلمانوں کی بربادی کا بڑا سبب محض بے تعلقی مذہب ہے اگر آج مسلمان مسلمان ہو جائیں تو دنیا بھر کی خوبیاں اور سارے جہاں کی بھلائیاں ان میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ان کا فرض تھا کہ وہ اس جوہر آبدار کو

سینے سے لگاتے اور اس کے احکام سر آنکھوں پر رکھتے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ آج
مسجدیں ٹکورو رہی ہیں۔ خانقاہیں ان کے کہرام میں مصروف ہیں اور جو در و دیوار
مسلمانوں کے نعرۂ توحید اور خضوع و خشوع سے گونجتے تھے وہاں آج فاختہ کی کوکو
بربادی اسلام کا نالہ کر رہی ہے اب تک یہ مصیبت مردوں ہی تک موقوف تھی مگر
اب عورتیں بھی اس میں لپٹ رہی ہیں اور جو ترقی کی کوشش سمجھی جا رہی ہے وہ مکمل تباہی
کی ابتدا اور کامل مصیبت کا آغاز ہے۔ میں خوب جانتی ہوں اور یہ میرا عقیدہ اور
یقین ہے کہ خواہ آفتاب بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع کرے اور تارے رات کے
بدلے دن کو چمکیں مگر اسلام کی پیشین گوئیاں اور مخبر صادق کا ارشاد اٹل ہے اور
وقت آن پہنچا ہے کہ اسلام سوا چند فقیروں غریبوں مسکینوں کے جنکو روٹی تک نصیب
نہ ہوگی دوسری جگہ دکھائی نہ دیگا۔ یہ ہنسنے کا نہیں رونے کا وقت ہے کہ ترقی قوم کی باگ
ان لوگوں کے ہاتھ میں ہو جو اسلام سے ہزاروں کوس دور ہوں اور دوسروں کو
دھوکا دینے اور پھنسانے کے واسطے یہ ثابت کرنا چاہیں کہ وہ مذہب کے ماہر ہیں بی بی
بی بی بنت الوقت فرماتی ہیں کہ جب تک ہم مسلمان نہ بنیں گے ترقی نہیں کر سکتے۔ یہ ہاتھی
کے دانت دیکھنے کے اور دکھانے کے اور قابل لعنت اور لائق ملامت۔ دعوے وہ اور عمل یہ
اقوال ایسے اور اعمال ایسے کہ یہ مسلمان کا گھر مسلمانوں کا جلسہ اور جانماز تک موجود نہیں۔
ضرورت تھی کہ اس گھر کے چپہ چپہ اور کونے کونے سے اسلام کی شان ظاہر ہوتی
مگر حالت یہ ہے کہ گھر کے اسباب سے، گھر والیوں کے لباس سے۔ ٹھاٹھ سے۔ سامان سے۔
رہنے سے، سہنے سے کسی چیز سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسلمان کا گھر ہے۔ اس پر
غضب یہ کہ مذہب کا دعویٰ اور اسلام کی آڑ۔ بیویوں بھاڑ میں جائے وہ جلسہ جسمیں
مذہب کا یہ حشر ہو۔ بی بی بنت الوقت شکایت کرتی ہیں کہ دوپہر کے جلسہ میں مسلمان عورتیں
نہ تھیں مگر بی بی دوسروں کی حالت پر بھی غور کرو۔ خدا نے تمکو دولت دی عزت دی

روپیہ دیا پیسہ دیا۔ گھر میں ماما ڈیوڑھی پر نوکر۔ سائبان میں گاڑی اصطبل میں گھوڑا۔ جو کہو وہ ٹھیک جو کرو وہ تھوڑا مگر سارا محسن پور مرزا وحید اور بنت الوقت نہیں انکو اپنے کاموں سے گھر کے دھندوں سے بچوں کی پرورش سے شوہر کی خدمت سے خانہ داری کے انتظام سے معاملات کی دیکھ بھال سے اتنی فرصت نہ ضرورت کہ ان جلسوں میں جہاں نور کی جگمگاہٹ اور کپڑوں کی ٹیپ ٹاپ کے سوا کچھ نہ ہو۔ شریک ہوسکیں بنت الوقت بی بی تم مسلمان ہو اور چاہتی ہو کہ میں سرور کائنات کے حالات اس وقت بیان کروں مگر کیا کرونگی جانے دو میری آنکھ سے آنسو نکل پڑے جب میں نے دیکھا کہ ایک مسلمان لڑکی اس ذات پاک کو جو مسلمانوں کا سرتاج ہے، صرف پیغمبر اسلام لکھ رہی ہے اور یہ سمجھکر کہ مسلمان اس نام کے عاشق اور دیوانے ہیں بہلانے سے بلا کر اپنا مقصد پورا کرتی ہو اس سے زیادہ نازک وقت اسلام پر کیا آئیگا کہ مادرگیتی جس انسان کا مثل نہ پیدا کرسکی اس کے ساتھ مسلمان یہ سلوک کریں اور پھر مسلمان بنا چاہیں۔ اور مسلمان ہونے پر فخر کریں۔ میں واقف ہوں کہ بہت سی بیویاں مشتاق ہیں کہ میں حضور اکرم کی پاک زندگی کے کچھ حالات بیان کروں اور میری خاموشی دل شکنی ہوگی مگر میں اپنی طبیعت سے مجبور اور عادت سے لاچار ہوں۔ میرا دل نہیں چاہتا۔ میری طبیعت گوارا نہیں کرتی کہ میں اس موقعہ پر جہاں ایسے منافق موجود ہوں ان واقعات کی توہین کروں اور اس پاک ذات کے حالات سناؤں جو حیوانوں کو انسان اور کافروں کو مسلمان بنا گئی۔

یہ اسی رسول اکرم صلعم کا صدقہ اسی ذات کا طفیل ہے کہ تم جنکی وقعت صرف اتنی تھی کہ ماں باپ گلے گھونٹ دیں جانوروں سے بدتر اور غلاموں سے ذلیل تھیں آج جیتی جاگتی جائداد کی شریک اور گھر کی ملکہ بنی بیٹھی ہو۔ بیویو ہاتھ اٹھاؤ اور درود پڑھو۔ دعائیں مانگو اور التجا کرو۔

طیبہ کی خاک پاک میں آرام کرنے والے دولھا۔ خواب راحت سے بیدار ہو اور ہماری حالت

زار کو دیکھ حبیب نیا نے ہماری آنکھیں خیرہ۔ ہمارے دل اندھے ہمارے دماغ بیکار۔ ہماری حالت خراب کر دی۔ ساحب ہماری اخلاقی سیجیں اجڑ گئیں ہمارے مذہبی پھول مرجھا گئے ہمارا زیور چوری۔ ہمارا لباس برباد اور ہماری صحبتیں جو لازوال خزانوں سے مالا مال تھیں آج تاخت و تاراج ہیں۔ ہمارا جہاز خطرہ میں ہماری کشتی طوفان میں ہے۔ اے امت مرحومہ کے نگہبان اب ہم تیرے کرم کے محتاج اور تیری عنایت کے خواستگار ہیں ہمارا بیڑا پار کر۔ تیری ذات پاک بیکسوں کا سہارا غریبوں کا گذارہ اسلام تیرے دم سے کلام اللہ تیرے گھر سے۔ مظلوموں کی حمایت تیرا شیوہ مسکینوں کی اعانت تیری عادت خزائن دنیا تیرے دم سے دولت دین تیرے قدم سے رعیت کے بادشاہ، بادشاہوں کے شہنشاہ بےکس کنیز و بکی گنہگار لونڈیوں کی جو تیرے حضور میں حاضر تیرے دربار میں سرنگوں دست بستہ کھڑی ہیں۔ التجائیں قبول کر۔ دعاؤں اثر دے۔ دنیا اور دین کے مالک طیبہ کے سدا بہار پھول شب معراج کے نوشہ اسلام کی جان۔ مسلمانوں کے ایمان۔ خدا کے مہمان بہترین انسان مخلوق سے اعلیٰ ملائکہ سے افضل پیغمبروں میں آخر نبیوں میں اول۔ ہماری حالتوں پر رحم۔ ہماری تکلیفوں پر کرم۔ آقا خوف الٰہی میں گرفتار رکھ۔ اپنی محبت میں سرشار رکھ۔ شفیع المذنبین نیکوں میں حشر اسلام پر موت۔ سن مولا سن اُن کی جنکا وارث تو جنکا مالک تو۔ جنکا حاکم تو۔ جنکا آقا تو۔

(۱۱)

ڈیر حسین بی۔ میں سنکر بہت خوش ہوئی کہ تمہارے پاپا ایسے خطرناک سفر سے مع الخیر واپس آگئے اور تم اب ایک حاجی جی کی بیٹی ہو گئیں۔ میں ممنون ہوں کہ تم نے اس موقعہ پر بھی مجھے یاد رکھا لیکن میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ یہ سب تحائف میرے واسطے بالکل بیکار ہیں۔ حالانکہ تمہاری نگاہ میں انکی بہت کچھ وقعت ہے۔ اس لئے میں شکریہ کے ساتھ واپس کرتی ہوں اور درخواست کرتی ہوں کہ آپ انکا بہتر استعمال کیجیے

آپ کو معلوم ہے کہ میں نے عمر بھر کبھی سرمہ نہیں لگایا۔ اس لئے یہ میرے واسطے بے سود ہی
پانی جو اس ٹین کی ڈبیا میں بند ہے میں نہیں کہہ سکتی کہ صحت کے واسطے مفید ہو گا
یا نہیں اور میں افسوس سے لکھتی ہوں کہ باوجود کوشش کے رغبت نہ ہوئی اسی
طرح کھجوریں بھی۔ مجھے امید ہے کہ آپ معاف فرمائیں گی اور ان کو ایسے لوگوں کو دینگی جو پوری
پوری قدر کر سکیں۔ اب میں آپ کے ارشاد کے موافق آپ کی دعوت میں خوشی سے
شریک ہوں گی اور وقت مقررہ پر پہنچ جاؤں گی۔

شام کو چار بجے بنت الوقت حسین بی کے ہاں جا پہنچیں۔ پردہ اول تو گوارہ
ہی ایسا برائے نام تھا اور شادی کے بعد تو کیفیت یہ تھی کہ ایسی ہی اشد ضرورت یا
مجبوری ہوئی تو نقاب منہ پر ڈالی۔ ورنہ کھلے بندوں پھرتی اور آزادانہ نکلتی۔ ڈولی
کا تو شاید اس کو عمر بھر اتفاق نہ ہوا ہو گا۔ پہلے بند گاڑی تھی اب ٹمٹم پہنچی اس طرح کہ
آنکھوں پر عینک منہ پر پوڈر ٹخنوں سے اونچے منڈے ٹانگوں میں سایہ۔ جوڑا بندھا ہاتھوں
میں ستاٹے کا عمل نہ سرمہ۔ پان اور مسی تو یہ توبہ نعوذ باللہ۔ سر بھی اللہ کی عنایت سے ایسا گنجا
ہوا تھا کہ سب سکتہ میں رہ گئے۔ حسین بی بیچاری کے والد تھے اگلے زمانہ کے جہاں کسی نے شوقن
بھی نہ دیکھی ہو گی۔ سفید چاندنی، قیمتی قالینوں پر بیویاں جمع تھیں۔ بنت الوقت نے چھوٹتے
ہی حسین بی سے ہاتھ ملایا ادھر دیکھا اُدھر دیکھا۔ کرسی نہ تھی تو پھر نیچے ہی بیٹھ جاتی مگر بوٹ کا
اُتارنا بڑی زحمت تھی۔ ارادہ کیا کہ اُلٹے ہی پاؤں لوٹ جاؤں مگر جانا کیا آسان تھا۔ بیویاں
سر ہو گئیں اور زبردستی بوٹ اتروا فرش پر بٹھا دیا۔ میراثنیں موجود تھیں اور خوب لہک لہک کر
گا رہی تھیں۔ الائچی میراثن بھانڈ کا طائفہ بھی موجود تھا۔ ظالم کو دنت پر خوب سوجھی۔ جلدی سے
اُٹھ کوٹھری میں گھس گئیں۔ ایک تو سفید داڑھی لگا سر پگڑی باندھ مردینی اور دوسری صاحب آنکھوں
پر عینک لگا بکرے کی طرح ہاتھ پاؤں کے بل اس طرح باہر آئی۔ کہ اس کے گلے میں زنجیر اور اُس کے ہاتھ میں
ساتھ والیاں۔ بڑے میاں ہوت سلاں وا لیکم۔

پیر مرد۔ والیکم بھائی والیکم۔

ساتھ والیاں۔ یہ آپ چاروں طرف کیا ڈھونڈھ رہے ہیں۔ کچھ کھو گیا؟

پیر مرد۔ ہاں ہاں بھائی ہاں۔

ساتھ والیاں۔ کیا ڈھونڈھ رہے ہیں حضرت آپ۔

پیر مرد۔ کیا بتاؤں بھائی کچھ نہیں کہہ سکتا۔

ساتھ والیاں۔ اجی حضرت کچھ تو فرمائیے۔

پیر مرد۔ ارے بھائی (لڑکی کی طرف اشارہ کر کے) اس کی والدہ کہاں گم گئی ہیں۔ ان کی تلاش میں بڈھا ہو گیا۔ کہیں نہیں ملتیں۔

ساتھ والیاں۔ کیا نام ہے ان کا کچھ اتا پتا بتائیے۔

پیر مرد (نام تو اللہ رسول کا ہوتا ہے مگر ان کے تو دو نام ہیں اصلی نام تو ہائے کیا بتاؤں دیکھ لو کسی کا کلیجہ تو منہ کو آتا ہے میری خیال کرنے سے کلیجی اور تلی پھیپھڑا اور گردے سب پانی میں لپٹ گئے۔ ہائے ہائے وائے ہائے نہیں بتایا جاتا۔

ساتھ والیاں۔ صبر کیجئے، بڑے صاحب صبر کیجئے۔ اللہ آسان کرے گا بچھڑوں کو وہی ملاتا ہے۔ ان کا نام تو بتائیے۔

پیر مرد۔ ابھی تو سارا الغو یا ملتو یا منہ ہی میں ہے ان کا نام تو تھا تعلیم نسواں بیگم، اور میں پیارے چرغینی چرغینی کہا کرتا تھا۔

ساتھ والیاں اور یہ آپ کے ساتھ جانور کیا ہے۔

پیر مرد۔ جانور ہو گی تم۔ یہ تو تعلیم نسواں بیگم کی بچی اور میرے کلیجے کا ٹکڑا۔

ساتھ والیاں۔ اوہو یہ انسان کی صورت ہے۔

پیر مرد۔ کہہ تو دیا جانور ہو گی تم۔ تمہارے باپ۔ تمہارے دادا۔ ہماری اولاد کو جانور سمجھتی ہو۔

ساتھ والیاں۔ حضرت جی ان کا کیا نام ہے۔

پیر مرد۔ اس کے بھی دو نام ہیں یاد رکھو ہر شریف زادہ کے دو نام ہوتے ہیں۔ ایک کوارپنے کا ایک شادی کے بعد کا۔

ساتھ والیاں۔ حضور ان کے اسم مبارک بھی فرمائیے۔

پیر مرد۔ سب سنبھل کے کھڑی ہو جاؤ۔

ساتھ والیاں۔ فرمائیے۔

پیر مرد۔ ان کا نام ہے "ترقی"۔

ساتھ والیاں۔ خوب ترقی! حضرت دوسرا نام۔

پیر مرد۔ سنبھلو ہشیار رہنا۔

ساتھ والیاں۔ حضور۔

پیر مرد۔ .... بہند البھق

ساتھ والیاں۔ (ڈر کے مارے پیچھے ہٹ کر) بھق بھق، حضرت بھق۔

پیر مرد۔ ہاں ہاں بھق مگر کونسا بھق۔ اڑ جانیوالا مادہ نہیں، بہند البھق۔

ساتھ والیاں۔ سبحان اللہ کیا نام ہے حضرت کچھ ان کے کام بھی فرمائیے۔

پیر مرد۔ ارے ظالموں! تم کو مذاق سوجھا ہے۔ میری طبیعت پھر بگڑ گئی۔

ساتھ والیاں۔ کیوں کیوں حضرت کیا ہوا۔

پیر مرد۔ پھر اس کی والدہ یاد آگئیں۔ کہاں ڈھونڈنے جاؤں۔ تم لوگ ہماری محبتوں کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ ہمارے ہاں نر مادہ ایک دوسرے کے عاشق ہوتے ہیں۔

ساتھ والیاں۔ بجا ارشاد ہے۔ حضرت صبر کیجئے۔ مر گئی ہوگی۔

پیر مرد۔ موت موت۔ کم بختوں تم سب کو۔ وہ کسی جلسہ میں گئی تھیٹر میں گئی پارک میں ہوگی۔

ساتھ والیاں۔ معاف فرمائیے معاف فرمائیے حضور صاحبزادی کے کچھ کام نہ فرمائے۔

پیر مرد۔ اچھا لو سنو۔ آہ دونوں صفتیں ہیں جا لڑکی کبھی اور آدمی کی بھی باتیں کر دیا

کرے کہ خوش ہو جاؤ۔ تقریر یاد کرواؤ تو سینکڑوں آدمیوں میں آنکھیں بند کرکے اس طرح پڑھ جائے کہ مینا بول رہی ہے ملنے آؤ تو ایسی ملے اور ایسی بولے کہ جی خوش ہو جائے اور جو کام کا وقت آئے تو پھر جانوروں کی جانور۔

ساتھ والیاں۔ جناب کا اسم مبارک کیا ہے؟ اس سے بھی محروم نہ رکھیئے۔

پیر مرد۔ بس میری نام نہ پوچھو۔ بھانڈا پھوٹ جائیگا اور کرکری ہو جائیگی۔

ساتھ والیاں۔ حضور یہ نہ ہوگا۔ فرمائیے فرمائیے۔

پیر مرد۔ میرا نام ...... کیوں پوچھتی ہو!

ساتھ والیاں۔ فرمائیں حضور فرمائیں۔

پیر مرد۔ میری ہی وجہ سے تو اس خاندان کی بربادی ہوئی۔ میرا نام مرزا تنزل۔ بس بیوی لاؤ چندے دلواؤ میری ترقی کے لئے چار ٹکٹ لکھن تو سوا روپیہ دانہ لاؤ۔ بیویوں کے تو مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ رہے تھے اور بنت الوقت کا یہ حال کہ بس چلتا تو سب کو پھانسی دیدیتی۔ خدا خدا کرکے کہیں آدھی رات کے بعد یہ جلسہ ختم ہوا تو یہ اپنے گھر آئی۔

(۱۴)

ویل ہم اگلے مہینے میں تمہارے ساتھ بہت کافی رعایت کر چکے لیکن مسلمان لوگ ہرگز رحم کے قابل نہیں۔ اس لئے یہ جرمانہ معاف نہیں ہو سکتا۔

خانساماں۔ حضور! میرا کیا قصور ہے۔ کھانے میں اگر خرابی ہو تو بیشک میں ذمہ دار تھا۔ لیکن برتنوں کا کام تو کلن کا ہے۔ مجھ پر جرمانہ کیوں ہو۔

بنت الوقت۔ گستاخی کی بات مت بولو۔ جرمانہ کلن پر بھی ہوگا تم غرور ذمہ دار ہے وہ تمہارا ماتحت ہے اور تم اس کے ہر کام کا ذمہ دار ہے۔ پہلی مرتبہ چھریاں اور کانٹے میز پر کیوں میلے آئے اور آج چمچہ کیوں میلا تھا۔ بے شک تم قصوروار ہے۔

خانساماں۔ حضور میں بہت غریب آدمی ہوں۔ دو روپے میں مر جاؤنگا

اس مرتبہ معاف کر دیجیئے آیندہ ایسی غلطی نہ ہوگی۔

بنت الوقت ۔ نہیں نہیں ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔

خانساماں ۔ تو سرکار میرا حساب کر دیجیئے۔

بنت الوقت ۔ یوں تو حساب مانگنا ہی نہیں ہوگا۔ جب تک دوسرا آدمی نہ ملے۔ تم پولیس میں بھیجدیا جائیگا۔ اگر زیادہ بک بک کی۔

اس ٹائی فائڈ بخار میں کہ میں مشکل سے صرف دو چمچے سوپ کے ہضم کر سکتا ہوں سوت تک بھوکا پڑا ہوں۔ اب بخار کے تیز ہونے کا وقت ہے کیا خاک پی سکونگا۔ صبح سے یہ وقت ہو گیا۔ غذا سمجھو دوا سمجھو۔ اب تک سوپ نصیب نہ ہوا۔ تم کو ان ہی دنوں میں اس نمک حرام پر جرمانہ بھی کرنا تھا کہ وہ بھاگ جائے۔

بنت الوقت ۔ گھر کا ڈسپلین کسی خاص وجہ سے ہرگز نہیں بگڑنا چاہیئے۔ ضرور میرا فرض تھا کہ میں اس کو اس کی غفلت کی سزا دیتی۔ مجھے آج خود ہسٹریا کا دورہ ہوتا معلوم ہوتا ہے۔

نصیر ۔ اس لئے کہ تم کو دورہ ہوگا میرا بخار تمہاری رائے میں قابل لحاظ نہیں میں بھوکا پڑا ہوں اور تمہارے ڈسپلین کی وجہ سے مجھ بیمار کو سوپ نصیب نہ ہوا۔ اگر خانساماں نہ تھا تو تم خود بوائے کی مدد سے تیار کر دیتیں۔

بنت الوقت ۔ چاہے اس کا نتیجہ میری صحت پر کیسا ہی مضر ہوتا۔

نصیر ۔ تمہارے واسطے تو صرف ایک احتمال تھا مگر میرے واسطہ تو واقعہ ہے۔

بنت الوقت ۔ میرا احتمال یقین سے زیادہ ہے۔ علاوہ ازیں میں نے خود سوپ کبھی طیار نہیں کیا اور نہ یہ میرا کام ہے جو کر سکتی تھی وہ میں نے کیا۔ صبح سے تین چٹھیاں لکھ چکی ہوں۔ اب ایک جگہ سے جواب آیا ہے کہ کل خانساماں آجائیگا۔

نصیر۔ تو کیا کل تک بھوکا پڑا رہوں۔

بنت الوقت۔ تم اکیلے نہ ہو گے۔ تمہارے ساتھ میں بھی ہوں گی۔ بخار میں بھوکا رہنا مضر نہیں لیکن لیڈی ڈاکٹر کے الفاظ یہ تھے کہ ہسٹریا کا مریض دورہ سے قبل ہرگز بھوکا نہ رہنا چاہیئے

نصیر۔ ذرا ٹمپریچر لینا چاہتا ہوں۔ اس وقت حرارت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

بنت الوقت۔ بوائے۔ بوائے صاحب کو تھرمامیٹر دیدو۔

نصیر۔ دیکھو ۱۰۳ ہے۔

بنت الوقت۔ ہاں اب سوپ مضر ہو گا۔ اب نہ پینا چاہیئے۔

نصیر۔ مگر تم اپنے واسطے کیا انتظام کرو گی۔

بنت الوقت۔ میں چاء کے ساتھ فروٹ کھا چکی ہوں۔ اسوقت زیادہ بھوک نہیں ہے

نصیر۔ درد بہت زیادہ ہو رہا ہے۔ تھوڑا سا مینتھول دیدو۔

بنت الوقت۔ بوائے، بوائے اس الماری میں مینتھول کی شیشی ہے صاحب کو دیدو۔

نصیر۔ میرا رومال بہت میلا ہو گیا ہے۔ ایک دوسرا رومال نکال دو۔

بنت الوقت۔ بوائے، بوائے ایک رومال صاحب کو دیدو۔

نصیر۔ مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔

بنت الوقت۔ ہونی چاہیئے، ضرور ہو گی آج تین دن ہو گئے۔ مجھ کو بھی سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ لیڈی ڈاکٹر نے ہدایت کی تھی کہ جب دورہ کے آثار ہوں تو انجکشن لے لینا مگر نہیں منگوا سکتی۔

نصیر۔ وہ پندرہ سو روپیہ جو پچھلے ہفتہ آیا تھا سب ختم ہو گیا۔

بنت الوقت۔ اوہ، اب تک۔ چار سو روپے کا بل تو بزاز کا تھا۔

نصیر۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام بدن کی روح کھنچ رہی ہے۔ سخت اذیت ہے۔

بنت الوقت۔ بہت سخت افسوس ہے۔ میری خواہش ہے کہ یہ تکلیف رفع ہو اور جلد۔

میں اس خیال سے کلب میں بھی رنجیدہ رہوں گی۔

نصیر۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ تم آج نہ جاؤ۔

بنت الوقت۔ آج تو محمودی بیگم آرہی ہیں اور صرف میری تحریک پر ورنہ ان کے شوہر تو باپ کی وجہ سے بھیج ہی نہ سکتے تھے۔

نصیر۔ مگر احتمال ہے کہ مجھے تمہاری عدم موجودگی میں تکلیف زیادہ ہو جائے۔

بنت الوقت۔ میں کوشش کروں گی کہ جلد واپس آؤں میں خود اس ضرورت کو محسوس کر رہی ہوں کہ مجھے یہاں موجود رہنا چاہیئے مگر واقعات ایسے آپڑے ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ محمودی بیگم کے خسر کل آجائیں گے اور ان کی موجودگی میں قطعاً ناممکن ہے کہ وہ کلب میں آسکیں۔ علاوہ ازیں میں اپنے الفاظ دے چکی ہوں کہ ضرور پہنچوں گی۔ باوجود اس اندیشہ کے کہ دورہ نہ ہو جائے میں ضرور جاؤں گی تاکہ بات میں فرق نہ آجائے۔

نصیر۔ میں تمہاری رائے سے اختلاف نہیں کرتا اور کوئی وجہ نہیں کہ کروں لیکن مجھ کو اس وقت ڈر لگ رہا ہے جواب آنے والا ہے کل پانچ بجے کے قریب مجھے غش ہوا۔ تم جس وقت آئی ہو اس وقت میں ہوش میں آچکا تھا۔ مگر اس تکلیف کے خیال سے کانپ جاتا ہوں جو کل مجھ پر گذری۔ تم اتنا انتظام کرتی جاؤ کہ نوکروں کے علاوہ کوئی عزیز بھی آج میرے پاس موجود رہے۔

بنت الوقت۔ اگر تم ایک معمولی غش سے اس قدر خائف ہو تو میں ہرگز جانا پسند نہیں کرتی۔ الفاظ کی قدر، محمودی کی محبت یقیناً تم سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ میں اس کو اپنا فرض سمجھتی ہوں اور میری رائے میں ہر شریف عورت کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ وہ شوہر کی رضامندی پر اپنی تمام خوشیاں قربان کردے۔ میں موجود ہوں اگرچہ ظاہر ہے کہ تمہاری اس وقت کی تکلیف میں دیکھنا نہیں چاہتی اور دیکھ بھی نہیں سکتی۔ چنانچہ

کل ہی جب میں آئی ہوں تو باوجود افاقہ کے اس حالت کو نہ دیکھ سکی اور پائیں باغ میں چلی گئی۔

نصیر۔ میں تمہاری محبت اور عنایت کا بہت بہت ممنون ہوں مگر یہ نہیں چاہتا کہ تمہاری تکلیف کا باعث بنوں۔ تم جاؤ اور کلب میں شریک ہو۔ ایسی حالت میں کہ وعدہ کر چکی ہو تمہارا جانا ضروری ہے۔

بنت الوقت۔ تم غور کر لو۔ میں ہر طرح تمہاری رائے پر عمل کرنے کو طیار رہوں۔

نصیر۔ یہی بہتر ہوگا کہ تم جاؤ۔ اگر ایسی ہی زیادہ ضرورت پیش آئی تو میں بوائے کو بھیج دوں گا۔

بنت الوقت۔ تو میں لباس تبدیل کر لوں۔

نصیر۔ ضرور۔ میری زبان خشک ہو رہی ہے بات نہیں ہو سکتی۔ آج کو نین کا جزو غالباً زیادہ تھا۔ ایک چمچہ دودھ دیدو۔

بنت الوقت۔ بوائے۔

بوائے۔ حضور۔

بنت الوقت۔ صاحب کو دودھ دو۔

بوائے۔ دودھ تو حضور آج نہیں آیا۔ بس چاء کے واسطے آیا تھا۔

بنت الوقت۔ گدھا۔ کیوں نہیں آیا۔

بوائے۔ حضور نے حکم دیا نہ دام دیئے۔

بنت الوقت۔ الو کا موافق بات مت کرو۔ دو روپیہ جرمانہ چلو بھاگو۔

بوائے۔ غریب پرور میں علم غیب تو پڑھا نہیں سرکار حکم دیتیں دام دیئے جاتے میں دودھ لے آتا۔ یوں حضور مالک ہیں ساری تنخواہ کاٹ لیں۔

بنت الوقت۔ گستاخی کا بات مت بولو تم اندھا نہیں ہے تم نہیں جانتا صاحب

کا دودھ آتا ہے۔ تم کو دام مانگنا تھا تم نے غفلت کی اس کی سزا بھگتو۔

بولائے۔ تو حضور روز وہ کیا ساری تنخواہ کاٹ لیجیے۔

بنت الوقت۔ ہم مارے ہنٹر کے کھال اڑا دیں گے اگر بیہودہ بات بولا۔ بک بک نہیں مانگتا۔

نصیر۔ بہت سخت تکلیف ہے۔

بنت الوقت۔ میں کپڑے بدل لوں۔

اتنا کہہ کر بنت الوقت دوسرے کمرے میں گئی منہ ہاتھ دھویا بال بنائے کپڑے بدلے چار بجے کے قریب آئی تو نصیر بخار میں لوٹتا تھا۔ دودھ بولائے کی غفلت سے نہ تھا یا بنت الوقت کی۔ یہ تو نصیر جانے مگر ہم نے جو دیکھا اور جو جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ اتنی جھک جھک اور پٹ پٹ ہوئی مگر دودھ پھر بھی نہ آیا۔ نہ معلوم اس کی ذمہ داری کس پر ہے بنت الوقت کی عنایت کا بار ضرور نصیر کی گردن پر ہے کہ تیار ہو کر آئی تو پہلا خیال نہ دودھ پہلی بات دودھ اور پہلا حکم دودھ۔

بولائے بولائے، او بولائے، چلو جلد چلو، بولائے دودھ لاؤ جلد لاؤ بولائے بولائے۔ بولائے ہو تو بولے۔ چھ روپے تنخواہ ایک پہلے کٹا دو آج کٹے۔ تین باقی تھے اور مہینے میں دن ابھی بیس۔ جہاں تو دن میں تین کٹے وہاں اکیس دن میں تو گرہ سے بھی خبر نہیں کتنا کچھ دینا پڑتا۔ ہنٹر کا نام سنکر سیدھا ہو لیا اب جو بنت الوقت دیکھتی ہے تو خانساماں ہے نہ بولائے۔ ایک نرس البتہ بال بنانے والی اندر رہ گئی اور باہر صرف سائیں۔ نصیر کو کئی آوازیں دیں تو اس نے آنکھ کھولی۔

بنت الوقت۔ بولائے سور بھی بھاگ گیا میں ادھر سے خانساماں در بولائے کا انتظام کرتی آؤں گی اور دودھ بھی خود ہی لے آؤں گی۔

نصیر۔ تم کو اختیار ہے۔

بنت الوقت ۔ اچھا میں جاتی ہوں۔

(۱۴)

ڈیر مسٹر احسن! چوری اور سرزوری ظلم کرو اور پرواہ نہ ہو۔ حق مارو اور شاد ہو۔ آج احسن نانی سے ملاقات ہوئی۔ تین سال بعد دیکھا تھا۔ قیاس چاہتا تھا دل کہتا تھا توقع پوری تھی اور امید کامل کہ یہ چراغ جو کوارپنے ہی میں دشمن ہو چکا تھا تمہارے ہاں پہنچکر چاند کی طرح چمک رہا ہو گا۔ مگر افسوس سے سُنا اور حسرت سے دیکھا توقع غلط اور امید جھوٹی نکلی صورت تھی نہ رنگت۔ پھول تھا نہ نکہت۔ ایک ڈھانچ تھا جس میں سانس اور جسم تھا جس میں جان کے سوا کچھ نہ تھا، وہ جوہر ہٹ گئے وہ چہل ختم ہوئی۔ دل مردہ صورت افسردہ جوش ٹھنڈا اور امنگیں برباد ہو چکی تھیں۔ دیمک کی طرح نچے، دشمن کی طرح گھر اور موت کی طرح زمین لپٹی ہوئی تھی۔ کیسا تغیر کتنا فرق اور کیا انقلاب ہے۔ زندہ مردے سے، بیوی لونڈی سے اور مالک غلاموں سے بدتر تھی۔ صرف شادی نے آزاد کو قیدی انسان کو جانور اور ہیرے کو پتھر بنا دیا۔ کھانے کا شوق تھا نہ پینے کا۔ زیور کی پرواہ تھی نہ کپڑے کی۔ ایک محدود چار دیواری میں جس طرح شیر پنجرے سے سر پھوڑتا ہے اس کی ہستی تمہارے اسلام پر ناز کر رہی تھی۔ مجھے معلوم ہے کہ تم نمازی ہو میں جانتی ہوں تم پابند شرع اور مجھے خبر ہے کہ تم پورے وظیفچی ہو۔ مگر تعجب ہے حالت اور افسوس اس حرکت پر ظلم کی انتہا ستم کی حد۔ سوچو اور شرماؤ غور کرو اور روؤ کیا کیا اور کیا کر رہے ہو۔ ایک کواری بچی ایک معصوم ہستی ایک بے گناہ انسان ایسا مجبور اتنا لاچار اور یہاں تک محکوم ہو جائے کہ سانس لے تو پوچھکر اور قدم اٹھائے تو اجازت سے۔ تمہاری آنکھوں پر پردہ تمہاری عقل پر پتھر پڑ گئے۔ تمہارے اسلام میں فرق تمہارے ایمان میں خلل تمہاری طینت میں خرابی اور تمہاری طبیعت میں خود غرضی آئی تم نے اپنے وعدے بھولے اور اقرار فراموش کئے۔ سچی قوم کی عاشق اور مذہب کی شیدا تھی۔ مگر آج کے جلسہ میں جو کانفرنس کا آخری اجلاس تھا

اور جو سماں اب سرزمین حسینپور کی آنکھیں کبھی نہ دیکھیں گی شرکت کے نام سے ایک ٹھنڈا سانس بھر کر خاموش ہو گئی میں نے استفسار کیا۔ اصرار کیا مگر میرے سوال کا جواب خاموشی اور میری درخواست کا نتیجہ وہ نگاہ تھی جس میں تمہاری حکومت ناجائز کا اظہار اور اپنی بے کسی کا اشارہ تھا۔

ڈیر احسن سنتی ہوں تحصیلدار ہو۔ سچ ہوگا۔ ہو گے۔ مگر معزز اہلکار اور سرکاری عہدہ دار کا ایمان اس قدر کمزور اس درجہ ذلیل۔ توبہ توبہ نعوذ باللہ عورت انسان ہے جانور نہیں اور بیوی شریک زندگی ہے محکوم نہیں۔ ہمیشہ کی رفیق عمر بھر کی ساتھی زندگی کی ہمراز مگر اس لئے کہ کمزور ہے لونڈی نہیں اور اس لئے کہ بے بس ہے غلام نہیں۔

اسلام مدعی ہے عورت کی حمایت کا اور اسی بھیس میں پرائی جائی قبضہ میں آئی مگر اس ان کو کہ بات کرے تو روئے اور سانس لے تو جھڑکے۔

میری پیشین گوئی لکھ لو اور یاد رکھو کہ صفیہ احسن تھوڑے روز کی مہمان اور چند روز کی مسافر ہے۔ پردہ نے اس کی صحت ظلم نے اس کی حالت اور غصب حقوق نے اس کی کیفیت بدترین کر دی وہ عنقریب تم سے رخصت اور بہت جلد دنیا سے وداع ہونے والی ہے۔ مگر ہماری نگاہ میں اس کی موت کا سبب اس کی مصیبتوں کی وجہ اور اس کی تکلیفوں کا باعث تمہاری زندگی ہوگی۔ اور گو تم کو اپنی جان تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہو مگر یہ نہ بھولنا کہ تمہاری زندگی پر ظلم کا ایک دھبہ خودغرضی کا ایک الزام اور نفس پروری کی ایک تصویر ہوگی جس کی جھلک سے دوست اور جس کے خیال سے دشمن تک پناہ مانگیں گے۔

تمہاری

بنت الوقت

فرخندہ بہن۔ خیالات کی بلند پروازی اور تمدن کی جدت طرازی سبحان اللہ۔ ماشاء اللہ۔ دل پھڑک گیا طبیعت خوش ہو گئی۔ خدا عمر میں ترقی اور کوشش میں برکت

نے کہ تمہارے دم سے قوم کی حالت درست اور مسلمانوں کی مصیبت دور ہو۔ جو کہتی ہو وہ ہو جائے اور جو چاہتی ہو وہ پورا ہو۔ مگر بہن اس آڑ کے قربان، اس بہانے کے تصدق اور اس پناہ کے نثار۔ ضرورت اپنی اور خدمت قوم کی۔ خواہش اپنی اور کوشش مذہب کی۔ کام اپنا اور نام اسلام کا۔ جھلا جھلی کے لباس، چمک دمک کے زیور، نئے نئے فیشن اور طرح طرح کی ترکیبیں۔ انواع و اقسام کے کھانے اور رنگ برنگ کے کپڑے، ہارمونیم کے جلسے اور پیانو کی تقریبیں، سہیلیوں کی دعوت اور سیر و سیاحت خدا کی قدرت مذہب کی خدمت ٹھہرے۔ لچھوں کے پاؤں۔ گہنوں کے ہاتھ۔ جھومر کے ماتھے اور بایر رنگ کے کان۔ خدا کی شان اسلام کے ارکان قرار پائیں۔ ایمان سے کہنا اس مجمع میں کتنی نماز پڑھی۔ کس قدر خیرات کی۔ کے مرتبہ درود بھیجی اور کس کس معاملہ میں کلام اللہ سے صلاح لی۔ مانا تمہاری عقل زیادہ۔ تمہاری فراست بڑی تمہارا علم وسیع اور تمہاری تحقیقات اعلیٰ مگر بہت فرخندہ دوسروں کو بھی اندھا نہ سمجھو۔ تم مسلمان سہی مگر کیا اسلام اسی کا نام ہے اور مذہب کے یہی معنی ہیں کہ دوسروں کو پھنسانے اور دیوانہ بنانے میں اس کی آڑ پکڑو۔ بیوی بھاڑ میں گئی تمہاری ترقی اور اسلام، وہ اسلام جو خدا سے بیگانہ اور پہلی جنگلی عورت کو تم جیسا دیوانہ بنا دے تمہاری اصلی غرض تمہارا ذاتی منشا تمہاری حقیقی خواہش اتنی صرف اتنی اور درحقیقت اتنی کہ اخباروں میں تمہارا نام آئے۔ رسالوں میں تمہارے کام چھپیں۔ تقریریں کرو اور تحریریں پڑھو۔ گہنے دکھاؤ کپڑوں پر اتراؤ اور برابر والیوں سے ملو۔ غریبوں سے اکڑو۔ کھاتے پیتوں کی خوشامد دولتمندوں کی مدارات۔ غریبوں سے وحشت۔ رانڈوں سے نفرت۔ عزیز بہن عورت اور مرد کی ترقی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ان کی لامذہبی لاپروائی سے کم توجہی سے آفت یا مصیبت سے مرکر یا گر کر کھپ گئی در کھپ ہی ہے اور کھپ جائے گی۔ مگر تمہاری منافرت مذہبی تمہارے بچوں کو تمہاری نسلوں کو، تمہاری قوم کو تمہاری ملت کو۔ امت مرحومہ کو مسلمانوں کو

تسلیم نہیں کرو گی۔ خوب سوچ لو اور ہماری بات بھی لکھ لو زمانہ اس کی صداقت مجھکو اور
تم کو نہیں۔ آنے والی نسلوں کو اور مسلمانوں کو دکھا دیگا۔ تمہارے اعمال و افعال تمہارے
گُن اور کرتوت تمہاری کوششیں اور تجویزیں تمہاری رائے میں ترقی کا پیش خیمہ اصلاح کا
ذریعہ اور بہبودی کا زینہ ہیں مگر میری رائے میں تم قصر اسلام کی ان بنیادوں کو ہلا رہی ہو
جنپر کلمہ توحید کا دارومدار ہے میں نے اور تم نے نہیں لیکن اسلام نے وہ وقت دیکھا ہے جب
کہ مردوں میں منافق اور بے ایمان موجود تھے مگر عورتوں کی صدائے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
صداقت کی ہوا میں اس طرح گونجتی تھی کہ دنیا سناٹے میں رہجاتی تھی۔ تاریخ دیکھو، پڑھو
اور غور کرو خود حضور اکرم کا عہد، خلیفہ دوم کا دور دورہ۔ عباسیوں کا جاہ و جلال تمکو
بتا دیگا کہ ترقی کرنے والی قوم کی عورتیں دوران کامیابی میں بساط حیات پر کیا پایہ رکھتی تھیں
اور ان کا تعلق مذہب سے کیا تھا۔ فرخندہ واقعات شاہد ہیں کہ اُن کا زیور مذہب اُن کا لباس
مذہب اُن کی ترقی مذہب ان کی کوشش ترقی مذہب اُن کا ہر قدم اُن کا ہر خیال اُن کا
ہر قول اُن کا ہر فعل المختصر اُن کا ہر سانس مذہب کے دائرہ میں تھا۔ یہ تو میں جانتا ہوں
کہ اُن کے بدنام کرنے مذہب کو نہ بھانے اور مسلمانوں کی ناک کٹانے میں تم نے کوئی دقیقہ
نہیں چھوڑا انگلٹ گھر کے بورڈ کی طرح نماز پڑھنے کی جگہ کا تختہ بھی پنڈال میں ضرور ہوگا۔
گو تمہاری باتیں بتا رہی ہیں۔ تمہارے اقوال کہہ رہے ہیں کہ تم اس کافر نقال سے زیادہ
وقعت نہیں رکھتیں جو لامذہبوں کے ہنسانے کو مسلمانوں کی نقل کرتا ہو۔ صفیۃ النساء بیگم میری
عزیز بیوی جس طرح میکے میں بزرگوں کی آنکھ کا تارا تھی۔ اسی طرح سسرال کا مول ہے میکہ
اس پر نازاں تھا۔ سسرال اس پر فخر کرتی ہے۔ میں نے گھر اور زندگی جنکو تم نے دیمک
دشمن اور نفرت سے تعبیر کیا۔ پیاری صفیہ کے واسطے اور اسی کے واسطے کیا ہر عورت
اور عورت نہیں ہر بیوی اور بیوی نہیں ہر شریف زادی کے لئے مایۂ ناز ہیں مجھے
معلوم ہے اور تم سے زیادہ مجھے خبر ہے اور تم سے بہتر کہ صفیہ خدا اس کو خوش رکھے اپنی

حالت میں خوش اور اپنے گھر میں شاد ہے۔ اس کے ہر بچے پر ایک ماما اور اس کی ذات کے واسطے تین چھوکریاں موجود ہیں۔ بیس ہزار کی جائداد، آٹھ ہزار کا زیور اور دس ہزار نقد کی اس وقت صرف اکیلی پیاری صفیہ مالک ہے۔ وہ اپنی مرضی کی مختار اور اپنے مزاج کی بااختیار ہے۔ وہ تین بچوں اور ایک اپنے دم پر چار سو روپے ماہوار صرف کرتی ہے۔ خدا کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ جس نے مجھ کو اس قابل کیا کہ اس کی اتنی خدمت کر سکوں۔ میری رائے میں تمہارا خیال جھوٹا اور تمہارا قیاس لغو ہے اس کے جوہر جو کنوارے پنے میں ماند تھے۔ اب چاند کی طرح چمک رہے ہیں۔ کنوارے پنے کی کلی سسرال میں پھول بن کر مہک رہی ہے اور اس کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ میں اس کی صورت کا عاشق اور نام کا دیوانہ ہوں اور اس وقت کہ وہ دیکھتی ہے نہ سنتی ہے علی الاعلان کہتا ہوں کہ خدا بیوی دے تو صفیہ جیسی۔

فرخندہ بہن تغیر صورت قانون قدرت ہے جب تم نے دیکھا خود بچہ تھی۔ آج تین بچوں کی ماں۔ ممکن ہے چہرے پر وہ تروتازگی نہ رہی ہو جو تم نے دیکھی لیکن اس کا ذمہ دار میں نہیں۔ دھڑکن کا مرض ترقی کر گیا ہے۔ حکیم شفاء الدین کا علاج ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا شاید کپڑے میلے ہوں لیکن فرخندہ کیا کہتی ہو۔ پچھلے مہینے جب میں لکھنؤ گیا ہوں بارہ سو روپے کا کپڑا میرے سامنے خریدا تھا۔ کیونکر مان لوں تم سچی ہو۔ تم کہتی ہو جلسہ کی شرکت پر خموشی۔ میری حکومت اور اس کی مجبوری کا اظہار تھا۔

میں تمہاری رائے میں مسلمان نہیں ہوں مگر تم کو مسلمان سمجھتا ہوں۔ مسلمان ہو تو یقین کرنا صفیہ اگر شریک ہوتی تو مجھے یقیناً خوشی ہوتی۔ مگر شریک نہ ہونے سے اور بھی زیادہ خوشی ہوئی۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ ہر معاملہ میں میری اجازت کی محتاج رہے مگر یہ اس کا جوہر ذاتی ہے کہ وہ میری رائے اپنی رائے سے، میرا خیال اپنے خیال سے میرا فیصلہ اپنے فیصلہ سے بہتر سمجھتی ہے۔ میں نہیں چاہتا مگر تم بے شک سچی ہو۔ میں ہرگز

خواہشمند نہیں۔ مگر تمہارا قیاس درست ہے کہ صفیہ خدا اس کو دین و دنیا میں خوش رکھے واقعی یہ چاہتی ہے کہ سانس بھی لے تو میری صلاح سے۔ میں نے اسکا کوئی حق غصب نہیں کیا اور وہ شرع اسلام کے عطا کردہ تمام حقوق کی مالک گھر کی ملکہ اور سفید سیاہ کی با اختیار بیوی ہے۔ مذہب اس کی رگ رگ میں اسلام اس کی گھٹی میں۔ خدا کی عظمت رسولؐ کی محبت اس کے دل میں اس طرح جاگزیں ہے کہ وہ سلیقہ شعار عورت فرمانبردار بیوی اطاعت گزار بہو اور سمجھدار ماں بن گئی ہیں۔ کیا میرا تمام خاندان میرے ماں باپ، میرے بہن بھائی میرے نوکر چاکر میرے بال بچے۔ عزیز اقارب ہمسایہ پڑوسی اس کی انسانیت کا کلمہ پڑھ رہے ہیں۔

تمہاری زبردست بحث پردہ پر ہے اور تم چاہتی ہو کہ پردہ تمہاری طرح مسلمانوں سے رخصت ہو۔ میں جانتا ہوں اور واقعات مجھے یقین دلا رہے ہیں کہ یہ جوہر جس نے مسلمانوں کی اچھی بری لاج تھوڑا بہت بھرم رکھ لیا تھا مسلمانوں سے وداع ہو رہا ہے اور ایک روز ایسا آئیگا کہ پردہ کی خوبی سے تاریخ اسلام قطعاً محروم ہو گی وہ دن تمہارے خیال میں مبارک مگر میری رائے میں وہ منحوس گھڑی ہو گی۔ مسلمان آئندہ نسل کو روئیں گے اور نہ پائیں گے۔ اگر میری رائے سچی ہے اور خدا نہ کرے کہ سچی ہو۔ اگر میرا خیال درست ہے اور خدا مجھے اس سے پہلے موت دے کہ یہ درست نکلے تو تم دیکھ لینا کہ جس قوم میں آج ہزارہا اللہ کی بندیاں ایسی موجود ہیں جن پر اسلام فخر اور مسلمان ناز کر سکتے ہیں اور یہ وہ گروہ ہے جس پر باوجودیکہ حیات انسانی کی ممکن مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ گئے جو معصوم بچوں کو کلیجے سے لگائے بھوک کی راتیں اور خطرناک دن کاٹ رہی ہیں لیکن اس فقیری غربت اور افلاس میں کہ مٹھی مٹھی بھر چنوں کو ترس رہی ہیں اور ممتا بھری آنکھیں بلکتے لالوں کو بھوکا پیاسا دیکھتی ہیں عصمت کا لعل بیش بہا انکی ٹوٹی دیواروں پھٹے کپڑوں اور فاقہ زدہ چہروں کو منور کر رہا ہے۔ ہاں پردہ رخصت

ہوتے ہی گو تمہاری کوشش کے بموجب دولت کی ریل پیل ہوجائے لیکن یہ مسلمانوں کا مایۂ ناز زمانہ آبحیات ہوجائیگا اور انصاف کی آنکھیں ان چند سطروں کو پڑھکر پھٹیں گی اور پردے کو چراغ لیکر ڈھونڈیں گی مگر نظر نہ آئیگا۔

خدا تمہاری کوششوں میں برکت، تمہارے ارادوں میں ہمت تمہارے اعضا میں طاقت دے۔ مگر خدا کا واسطہ ہماری زندگی تک ہمارے گھروں کو اس بلا سے محفوظ رکھو اور ہماری حالت پر رحم کرو۔ والدعا۔　　احسن

(۱۴)

گیارہ برس سے زیادہ شادی کو گزر گئے۔ مگر سچ یہ ہے کہ ایک دن بھی صحت اچھی نہ رہی کبھی اطمینان نصیب ہی نہ ہوا۔

بنت الوقت۔ اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہو سکتی۔ شادی سے قبل میں نہایت تندرست لڑکی تھی لیڈی ڈاکٹر کی رائے موجود ہے اب جو کچھ باعتبار صحت تغیر ہوا اس کی وجہ ظاہر ہے کہ صرف شادی ہوسکتی ہے۔ میری مستقل بیماری نے مجھ ہی کو پریشان رکھا تمہارے اطمینان سے کیا واسطہ۔ صحت اور علالت انسانی افعال نہیں قدرت کے انتظام ہیں بیماری کی میں شکایت کر سکتی ہوں نہ کہ تم۔

نصیر۔ مجھ سے واسطہ کیوں نہیں ہے۔ مجھکو یقیناً تمہاری بیماری سے کوفت ہوتی ہے کبھی یہ دیکھا ہی نہیں کہ تم کو کبھی شکایت نہ ہو نقاہت کیا ہوئی وبال جان ہوگئی ہر وقت کمزوری، ہر وقت ہسٹریا کا فٹ۔ ہر وقت دھڑکن کا اندیشہ۔

بنت الوقت۔ تو اس کا علاج کیا ہوسکتا ہے۔ مجھکو اجازت دو کہ میں اپنے ماں باپ کے یہاں چلی جاؤں اور آئندہ تم میری بیماری کے اثرات سے محفوظ رہو۔

نصیر۔ میرا مطلب یہ نہیں ہے۔ میں ہرگز یہ نہیں چاہتا اور یہ نہیں کہتا مگر یہ دیکھتا ہوں کہ پچاس روپے کے قریب قریب ہر مہینے میں دوا کا بل ہوتا ہے سال گزشتہ کی آمدنی

نو ہزار چار سو تھی اس سال کہ ابھی چار مہینے باقی ہیں آٹھ ہزار روپے کے قریب آچکا ہے مگر کیفیت یہ ہے کہ ایک پیسہ پاس نہیں اور قرض کا بوجھ روز بروز بڑھتا چلا جا رہا ہے تبدیلی آب ہوا بظاہر تو معمولی بات تھی مگر دس روز میں نو سو روپیہ اٹھ گیا۔ ان باتوں کا آخر کیا انجام ہوگا۔

بنت الوقت۔ تم ایسی حالت میں کہ مجھکو نفٹ شروع ہو رہا ہے کیوں ایسی جگر خراش گفتگو کرتے ہو۔

اس قدر گفتگو کے بعد نصیر خاموش اٹھ کر اپنے کمرے میں آ بیٹھا۔ ابھی دو چار ہی لمحہ گزرے ہوں گے کہ نرس گھبرائی ہوئی آئی اور کہا سرکار جلدی لیڈی ڈاکٹر کو بلائیے بیگم صاحب کو فٹ ہو گیا اتنا سنتے ہی بدنصیب نصیر کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ چٹھی لکھ کر آدمی کو دی اور گاڑی بھیجی کہ لیڈی ڈاکٹر فوراً آئے۔ آپ ادھر آیا تو بنت الوقت بیہوش پڑی تھی آوازیں دیں۔ ہاتھ پاؤں دیکھے۔ لونڈر سنگھایا۔ مگر بیوی کو حرکت نہ ہوئی۔ لیڈی ڈاکٹر کے آنے تک بھی بمشکل تمام آنکھ کھلی تو اس طرح کہ زار و قطار آنسو جاری تھے۔

لیڈی ڈاکٹر۔ ضرور کوئی بات بیگم صاحب کے خلاف ہوا۔

نصیر۔ جی ہاں گفتگو تو اسی قسم کی تھی۔

لیڈی ڈاکٹر۔ ویل پھر ہم کو کیا دوس آپ ذمہ دار ہے۔ آپ کو معلوم ہے آپ کا میم صاحب بہت جلد اثر مانتا ہے۔ پھر آپ احتیاط نہیں کرتا۔

نصیر۔ جی ہاں غلطی ہوئی۔

لیڈی ڈاکٹر۔ آیندہ بہت احتیاط کیجئے۔ کوئی بات ایسا نہ ہو۔

نصیر۔ بہت اچھا۔

لیڈی ڈاکٹر۔ یہ تین تین گھنٹہ بعد دوا دو۔

لیڈی ڈاکٹر چلی گئی۔ نصیر اپنی حرکت پر نادم۔ گفتگو پر خجل نیچی گردن کئے ہوئے

بیوی کے حضور میں حاضر تھے کہ وحید کے آنے کی اطلاع ہوئی اور تھوڑی دیر بعد وہ اندر داخل ہوا، اس طرح کہ ایک چٹھی اس کے ہاتھ میں تھی اور خوشی کے مارے باچھیں کھلی جاتی تھیں

"کیوں بی بی کیسی طبیعت ہے"

نصیر۔ ابھی فٹ ہوا تھا۔

وحید۔ اوہ، اب طبیعت درست ہے۔

بنت الوقت۔ جی ہاں مگر نقاہت بہت ہو گئی ہے۔

وحید۔ تم تبدیلی آب ہوا کے واسطے شیوکن گئی تھیں وہاں کے جوائنٹ مجسٹریٹ صاحب کی میم نے تمہاری بہت کچھ تعریف کلکٹر صاحب کو لکھی ہے میں آج گیا تھا تو وہ بہت خوش تھے۔ یہ چٹھی ازراہ کرم مجھکو عنایت فرمادی دیکھو تمہاری بابت کیا لکھا ہے

"آپکے ضلع کی مشہور لیڈی بنت الوقت نہایت مستعد اور قابل قدر عورت ہے میں ملکر بہت خوش ہوئی اور یہ دیکھکر کہ وہ ہر وقت تعلیم نسواں میں منہمک رہتی ہے۔ بیحد مسرت ہے۔ مجھکو اس خیال سے شروع میں کچھ تکلیف ہوئی کہ تم نے پردے کو مطلق علیحدہ کر دیا۔ مگر جب یادہ غور کیا تو یقیناً خوشی ہوئی اور میں تم کو مبارکباد دیتا ہوں کہ تم نے ایسی اچھی شہرت حاصل کی۔

بنت الوقت۔ میں درحقیقت ان کی میم صاحب سے ملنے گئی تھی۔ صاحب سے صرف پانچ منٹ برقع اور نقاب میں بات چیت ہوئی۔ وہ بہت معقول آدمی ہیں

وحید۔ ہاں ایک بات مجھے اور کہنی تھی۔ مسٹر یوسف کا خط آیا ہے انکو ایک نرس کی ضرورت ہے۔ جو بال بنانے جانتی ہو۔ تم اپنی نرس سے دریافت کرو۔ اگر یہ کسی کی سفارش کر سکیں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی اور انتظام نہ ہو سکے تو ایک ہفتہ کے واسطے کوئی ایسی نرس آجائے جو میری نرس کو بال بنانے سکھادے۔

بنت الوقت۔ میری نرس دو سو پچیس قسم کے بال بنانے جانتی ہے مگر افسوس

میں ایک روز کے واسطے بھی اس کو نہیں بھیج سکتی۔ ہاں کوئی دوسرا انتظام کردونگی اگر آپ کچھ دیر ٹھہریں تو میں آپ کو بالوں کا نمونہ دکھاؤں۔

ہسٹریا کی مریض اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ نرس کنگھی برش وغیرہ لیکر آئی۔ بالوں کے نمونے شروع ہوئے اور دوالدین گوار بیٹھے نرس کی صناعی کی داد دیتے رہے۔ دو گھنٹہ اسی طرح گزرے۔ اس کے بعد کھانا مانگا گیا۔ میاں بیوی آمنے سامنے اور مرزا وحید ایک طرف بیٹھے اور کھانا شروع ہوا۔ کھانے سے فارغ ہو کر نصیر کچہری چلا گیا، تو بیٹی نے باپ سے کہا۔

پاپا مجھے آج بہت تعجب ہوا آپ کھانے میں بہت غلطیاں کرتے ہیں۔ مجھکو ناگوار ہو رہا تھا کہ خانساماں اور بوائے دونوں مسکرا رہے تھے۔ کیا آپ کو ہمیشہ اردو کھانے کا اتفاق ہوتا ہے۔

وحید۔ میں انگریزوں سے ملتا جلتا تو بہت رہتا ہوں مگر کھانے کا اتفاق ان کے ساتھ کبھی نہیں ہوا۔ تم نے مجھکو اسی وقت بتا کیوں نہیں دیا۔

بنت الوقت۔ میں نے چاہا تھا مگر سر پر دونوں موجود تھے اس لئے کچھ نہ کہہ سکی آپنے بڑی ناش غلطیاں کیں اور ایک بہت موٹی غلطی یہ تھی کہ مٹر کے دانے آپنے چمچے سے کھائے۔ حالانکہ وہ کانٹے سے کھانے چاہئیں۔

وحید۔ مٹر کے دانے اور کانٹے سے! ذرا منگوانا تھوڑے سے دانے اور کانٹا۔

بنت الوقت۔ لیجئے۔

وحید۔ اول تو اس پر آتے ہی دو تین ہیں اور جب تک منہ میں لیجاؤں دونوں پھسل جاتے ہیں۔

بنت الوقت۔ زور سے قہقہہ لگا کر آپکو عادت نہیں ہے۔ دیکھئے مجھ سے ایک بھی نہیں پھسلتا۔

وحید۔ بھائی میں ایسی عنایت سے باز آیا۔ آئندہ کھانا مجھے نہ کھلانا مگر دانوں کا پھسلنا

میرے بس کا روگ نہیں۔

وحید اٹھکر گھر گیا۔ بنت الوقت عینک لگائے ڈرا مہنگ روم میں آرام کرسی پر لیٹی اخبار پڑھ رہی تھی کہ بوائے نے آکر ایک چھٹی دی اور بنت الوقت نے چٹھی کھولی تو لکھا تھا

"ڈیر بنت الوقت! میں نے ابھی ابھی ٹیلیگرام دیکھا کہ عرفان پور میں سخت آگ لگی اور تمام گاؤں جلکر راکھ ہوگیا۔ لوگ مارے مارے پھر رہے ہیں۔ یہ بہت دردانگیز وقت ہے ضرورت ہے کہ ہم فوراً اپنی بہنوں کی مدد کے واسطے کھڑی ہو جائیں میرا خیال ہے کہ آج ہی ایک غیر معمولی میٹنگ کا اعلان ہو۔ آپ مجھ سے بہت جلد ملئے۔

احمدی احمد بیگ

اوہ، اوہ نرسس غضب ہوگیا۔ کہ ئی ہے۔ فوراً گاڑی طیار کرو۔ جلدی بہت جلدی اوہ مصیبت سخت مصیبت!

ہسٹریا کی مریض قومی ہمدردی سے فوراً بیچین ہوئی اور سیدھی احمدی بیگم کے پاس پہنچی۔

"مسسٹر غضب ہوا، میں نے تار نہیں دیکھا، جلدی دکھاؤ"

احمدی بیگم۔ یہ دیکھو۔

بنت الوقت۔ اوہ غضب غضب یہ قیامت، ابھی جلسہ کا اعلان کرو۔

جلسہ کا اعلان ہوگیا۔ چار بجے کے قریب لیڈیز کلب میں عورتیں جمع ہونی شروع ہوئیں کارروائی کا وقت ساڑھے چار تھا سب سے پہلے پریسیڈنٹ کا انتخاب ہوا۔ اس کے بعد بنت الوقت نے جو اس مصیبت کے جلسہ میں بھی لباس و فیشن کے اعتبار سے بیمثل تھی کھڑے ہوکر کہا۔

یہ کارروائی اس لئے کہ ہم مسلمان ہیں کلام اللہ سے شروع ہوتی ہے اور میں یہ رکوع پڑھتی ہوں۔

ہنسیں ہنسیں،
رکوع پڑھا گیا اور سب آنکھیں بند کئے جھکی بیٹھی سنتی رہیں! اس کے بعد بنت الوقت نے تقریر شروع کی۔ تقریر میں کلام اللہ کی آیتوں کا بھی حوالہ تھا اور مذہب کا بھی۔ جہاں مذہب یا کلام الٰہی آجاتا۔ چاروں طرف سے تالیاں بجنے لگتی تھیں۔

تقریر کے بعد چندہ شروع ہوا۔ دو سو گیارہ روپے جمع ہوئے جس میں پچاس بنت الوقت اور پندرہ احمدی بیگم کے تھے۔ چونکہ رقم ناکافی تھی اس لئے احمدی بیگم اور بنت الوقت نے تجویز کی کہ گھر گھر مانگیں اور اس طرح نہ صرف ایک قومی فرض ادا کریں بلکہ بندگان خدا کو مصیبت سے رہائی دلوائیں۔ اس تجویز میں بھی خاص کامیابی ہوئی۔ جب دونوں احسن کی بیوی کے پاس گئیں تو اس نے نہایت فراخدلی سے سو روپے اس شرط پر دئے کہ اس کا نام نہ ظاہر ہو۔ اس کے بعد بنت الوقت نے کہا۔

کاش ہماری طرح تم بھی آزاد ہوتیں اور تمہارا پالا بھی ایسے شوہر سے پڑتا جو عورت کی قدر و منزلت سے واقف ہوتا۔ تاکہ تم بھی ان قومی کاموں میں ہماری مددگار ہوتیں اور وہ جوش جو تمہارے دل میں پہلے سے موجود تھا۔ اچھی طرح ظاہر ہوتا۔ میں نے تو بھائی احسن کو ایک خط بھی لکھا تھا اور انہوں نے اوٹ پٹانگ جواب بھی دیا۔ مگر میں زیادہ بحث کرنے والی کون۔ تمہاری حالت دیکھ کر افسوس ضرور ہوتا ہے کہ کیسی بری طرح ایک انسان کے تمام جذبات پامال ہو گئے۔ تم نے روپیہ دے تو دیا مگر کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بگڑیں۔ تم لوگ تو ایک پیسہ بھی بلا اجازت نہیں اٹھا سکتے۔ کیسے افسوس کی بات ہے کہ بیوی شوہر کے قبضہ میں اس بری طرح پھنس جائے کہ سوائے چند محدود تعلقات کے دنیا کے کسی معاملہ سے واسطہ ہی نہ ہو۔

احسن زمانی۔ جو خط تم نے اُن کو لکھا تھا اور اس کے جواب کی نقل میرے پاس موجود ہے۔ میں تمہاری ہمدردی کی ممنون ہوں لیکن تم نے میری حالت کا اندازہ کرنے

میں غلطی کی ہیں اگر یہ نہیں کہہ سکتی کہ تم سے زیادہ، تو یہ یقیناً کہہ سکتی ہوں کہ اپنی زندگی میں تم سے کم خوش نہیں ہوں، برا نہ ماننا۔ فرق صرف اس قدر ہی کہ میں شوہر کو خوش کر کے خوش ہوں اور تم نے اپنی خوشی کے مقابلہ میں شوہر کی خوشی نظر انداز کر دی ہیں کھاتی ہوں میں پہنتی ہوں تم سے بہتر یا بدتر۔ بلاؤ یا روکھی روٹی زربفت یا گاڑھا۔ مگر کھلا کر اور پہنا کر۔ میں اس کو اپنے واسطے بہت قابل شرم سمجھتی ہوں کہ میرے سر پر سو روپے کا دوپٹہ اور پاؤں میں بارہ روپے کا بوٹ ہو مگر جس کی وجہ سے مجھکو نصیب ہوا اس کا لباس مجھ سے بہتر نہ ہو میں اپنا فرض یہ سمجھتی ہوں کہ جسطرح بچوں کی محبت کرنے والی ماں ہوں اسی طرح شوہر کی خدمت کرنیوالی بیوی۔ میں اس غرض سے پیدا کی گئی ہوں کہ بچوں کو مسلمان بناؤں اور اس واسطے بیاہی گئی ہوں کہ شوہر کی آسائش کو اپنی آسائش پر مقدم سمجھوں۔ مجھ کو دنیا میں خوش رہنے کا حق ضرور حاصل ہے مگر اس وقت جب میری ہستی میرے شوہر کی خوشیوں اور مسرتوں میں اضافہ کرے۔ میں تیرا اعتراض نہیں کرتی اور نہ اپنی زندگی پر فخر کرتی ہوں لیکن اتنا ضرور سمجھتی ہوں اور کہونگی کہ میں صرف اسی بیوی کو بیوی سمجھ سکتی ہوں جو شوہر کی کم از کم اتنی رضامندی حاصل کرلے جتنی میں۔

بنت الوقت ۔ مجھے تعجب ہے کہ تم اس کیڑے کی طرح جو صرف اپنی ایک ایک زمین کو بہت بڑی کائنات سمجھتا ہے۔ اپنی موجودہ حالت میں خوشی کا اظہار کرتی ہو میں تم کو معذور سمجھتی ہوں کیونکہ تم اس کے سوائے اور کہہ کیا سکتی ہو کیا اطاعت شوہر کے یہ معنی ہیں کہ عورت اپنی تمام وقعت خاک میں ملادے اور اپنی ہستی اسی پر قربان کردے اور اگلے زمانہ کی جاہل عورتوں کی طرح دنیا کی نعمتوں کو ترستی ہوئی مرجائے۔

احسن زمانی ۔ اگلے زمانہ کی عورتوں کا ذکر کیوں کرتی ہو وہ اگر تمہاری رائے میں جاہل اور بدنصیب تھیں تو تمہاری رائے تم کو مبارک ہی مگر ذرا اس تحریر کو ملاحظہ

کیجئے۔ دیکھئے مسلمان ان مرنے والیوں پر کس طرح نوحہ کر رہے ہیں۔

"تمدن جدید کے شیدائیو۔ تمہارا ارشاد سر آنکھوں پر مگر تھوڑی دیر کے واسطے مہر تامل منہ پر لگالو۔ انصاف کے کان کھولو۔ اور صداقت کی آنکھوں سے دیکھنا۔ یہ وہی سرزمین ہندوستان ہے جہاں عروس مغرب کی شاہانہ سواری گذرنے کے بعد دلہنوں کے ہاتھ رنگ حنا کو ترس جائیں گے۔ بہار مشرق کا لباس خزاں ہوگا اور اس باغیچۂ حیات میں جہاں نظام خانہ داری کے پھول کھل رہے ہیں نا اتفاقی کی خاک اڑے گی اطمینان کی چڑیاں ہوا اور عاقبت اندیشی کی لہریں فنا ہوں گی پریشانی کی آندھیاں آئیں گی اسلام کے جھکڑ چلیں گے اور نشاط زندگی کا ہر پتہ جو آج مذہب کے رنگ میں شرابور ہے صداقت سے ہزاروں کوس دور ہوگا۔ لو سامنے دیکھو اور اس آبادی پر نظر ڈالو۔ مگر یہ یاد رکھنا کہ انیسویں صدی عیسوی کے چہرہ پر سبزہ شباب آگیا ہے مگر اس بستی میں وہ عورتیں آباد ہیں جو اذان کی آواز سنتے ہی دوپٹے سنبھال لیتی ہیں اور جس وقت موذن کا پیغام توحید فضائے حیات میں گونجتا ہے تو حقیقی عظمت کی سچی تصویر ان کی آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔ یہ خوف کی چادروں سے اپنے سر ڈھانک لیتی ہیں۔ جل شانہ کہلا اٹھ کھڑی ہوتی ہیں۔ حیات انسانی کی ہر ضرورت کو دنیائے فانی کی ہر محبت کو اور جسد خاکی کی ہر طاقت کو احکام قدرت پر قربان کر دیتی ہیں۔ ان کے دل یوم الحق کے اندیشے سے ان کی طبیعتیں رحلت کے خوف سے لرز جاتی اور کانپ اٹھتی ہیں اور ان کے سر عاجزانہ حاکم حقیقی کے حضور میں جھک جاتے ہیں۔ شام ہوگئی مٹی کے چراغ ان کے گھروں میں جل گئے۔ یہاں برقی روشنی اور کافوری شمعیں نہیں ہیں مگر تلاش کی آنکھوں سے دیکھنا اس روشنی میں قدرت کے بڑے بڑے خزانے اور انسانیت کے اعلیٰ اعلیٰ نمونے نظر آئیں گے۔ یہ وہ وقت ہے جس کو بیسویں صدی دور جہالت سے تعبیر کرے گی۔ مگر ایمان کا فیصلہ اپنا منہ پیٹ لیگا اور علی الاعلان کہے گا کہ جو

پھول عالم خزاں میں مہک گئے اور جو شمعیں عہد تاریک میں روشن ہوئیں آج دنیا ان سے محروم ہے۔

نشۂ ترقی کے سرشار جوانو! غور سے دیکھ لو دنیا ان کی صورتوں کو ترسے گی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھو گے اور یہ مکھڑے نظر نہ آئیں گے یہ صحبتیں ختم اور یہ سماں ہم یہ وہ وقت ہے جس کے ہر لمحہ سے، یہ وہ گھر ہیں جن کے ہر ذرے سے صدائے ایمان کان میں آئے گی۔ یہ وہ بیبیاں ہیں جن کے بچپن پر والدین کی خدمت نے دعاؤں کے پھول قربان کئے جن کے وداع پر عزیزوں اور پڑوسیوں کی آنکھوں نے محبت کے آنسو گرائے۔ ان کی پالکیاں بیلوں اور جھالروں سے نہیں خلوص اور صداقت کے پھولوں سے آراستہ تھیں۔ ان کے جہیز میں سامان ظاہری کے ساتھ غریبوں کی التجائیں اور رانڈوں کی آرزوئیں موجود تھیں ان کا کوار پتہ کچھ شک نہیں کہ ماں کے گھر بیٹی کو دلبیٹی تھا مگر ان کے اعمال گدڑیوں کے لعل تھے انہوں نے عجز کی پیشانی بزرگوں کے سامنے جھکائی اور شفقت کا ہاتھ چھوٹوں کے سر پر پھیرا ان کا گوہر عصمت کچی پکی دیواروں اور ٹوٹے پھوٹے گھروں میں صدف کی طرح محفوظ رہا۔ اسلام کی عینک سے دیکھو ان پاؤں میں حقیقت کے دریا لوٹ رہے ہیں۔ یہ وہ قدم ہیں جو کوارپتے میں گھر سے باہر نہیں نکلے۔ ماں باپ کی قدردانیوں نے ان کی ہتھیلیاں سر آنکھوں پر رکھیں اور دنیا بھر کی راحتیں ان کی چار دیواری میں فراہم کر دیں یہ جاہل نہیں پڑھی لکھی ہیں۔ کلام اللہ ان کا دستور العمل۔ اسلام ان کا مذہب مسائل سے باخبر اور احکام سے آشنا ہیں۔ ان کی زبانوں نے فضائل اسلام کے سبق پڑھے ہیں۔ ان کی آنکھوں نے عظمت شوہر کے منظر دیکھے۔ ان کے کانوں نے ماہیت دنیا کی کہانیاں سنیں۔ اور جب ان بہاتوں کی رخصت کا وقت قریب آیا زمانے نے شباب کے ساتھ ہی کامیابی حیات کا سہرا ان کے سر باندھ دیا

اُن کے منہ میں زبانیں ضرور تھیں مگر خلق کی چاشنی اور ہمدردی کی شیرینی۔ منہ پر آنکھیں موجود تھیں لیکن شرم و حیا کے سرمہ سے آراستہ اُنکی باتیں میٹھی اُن کی نگاہیں نیچی۔ ان کی صورتیں بھولی۔ اُن کی باتیں سیدھی۔ یہ میکے سے رخصت ہو چکیں۔ مگر بقائے دوام کے خلعت لیکر۔ اُن کا کوارپتہ ختم ہوا۔ مگر اُن کے مخلص ہاتھ اس چمنستان فانی میں ایسے بیج بو گئے ہیں جو مدۃ العمر رنگ برنگ کے پھول کھلائیں گے۔

جراثیم امراض جو دور ترقی میں حیات نسوانی کا لازمہ ہوں گے اور علالت کا مستقل دیو مہیب جو تعلیم یافتہ بیویوں کا ہمراز ہو گا۔ ان بیچاریوں سے ہزاروں کوس دور ہے ان کی علالت بھی ان کی صحت سے بہتر اور ان کی خموشی اُنکی گویائی سے اعلیٰ۔

ہوشیار ہو محفل فانی قریب آ گئی۔ دل بھر کے دیکھ لو۔ چاند مدہم ہوا۔ چاندنی پھیکی پڑی۔ تارے جھلملا گئے۔ چراغ ٹمٹماتے ہیں۔ رات گذر گئی۔ اور یہ پھول جو ساری رات مہکے اب مرجھاتے ہیں۔ ان کی سادگی پر نہ جاؤ۔ ان کی باتوں پر نہ ہنسو۔ یہ دنیائے نسواں کی وہ ہوتیں ہیں جن کے منہ سے باتوں میں پھول جھڑتے ہیں اور جنکی صورتوں پر ادائیگی فرائض کا مینہہ برس رہا ہے۔ ان کے سفید بالوں میں خلوص کی کنگھی ہو رہی اور اُن کے پاک ہاتھوں میں صداقت کے گلدستے۔ مرغ کی اذان نے ان کو بستر استراحت سے بیدار کیا۔ رات اُن کی زندگی پر مرحبا کہتی ہوئی رخصت ہوئی اور صبح صادق نے جانماز پر ان کا استقبال کیا۔ میرے دوستو ادب کے ہاتھ اُٹھاؤ اور ان بزرگ ماؤں کے سلام کو جھک جاؤ جنہوں نے شوہروں کے آرام پر اپنی راحتیں قربان کیں اور اپنے ہاتھ سے پکانا فخر سمجھا۔ بہتر سے بہتر کھلایا اور اچھے سے اچھا پہنایا۔ بچی بچائی کھائی اور پرانا دھرانا پہنا۔ مگر کام کے وقت اور ضرورت کے موقع پر جب مایوسی نے کمر ہمت توڑ دی تو ان نیک کوکھ کی بیٹیوں اور شریف بیویوں نے اشرفیاں نکال کے آگے رکھدیں۔ آسمانی فرشتوں نے ان کی خدمات پر آفریں کہی۔ اور بزرگوں کی

پاک روحیں ان کی زندگی پر فخر کرنے لگیں۔ ان کی خموشی اور سنجیدگی پر نہ جاؤ۔ یہ گھروں کی با اختیار شہزادیاں شوہروں کی لونڈیاں ہیں۔ یہ طرار نہ ہوں ان میں ٹھیک ٹھک نہ سہی، مگر ان کی پیشانیاں دیکھو نسوانیت کے جھومر جگمگا رہے ہیں ترقی ان کی جہالت پر قربان ہو گی اور تصنع ان کی سادگی کی بلائیں لیگا۔ انکی کتاب حیات میں بڑے بڑے کارنامے ہیں۔ اُن کے باغیچۂ زندگی میں سدا بہار پھول ہیں اُن کے جسد خاکی کی تہ میں ممتا زراز ہیں۔ یہ یتیموں کی مائیں ہیں۔ یہ عزیزوں کی عاشق ہیں۔ یہ رانڈوں کی وارث ہیں۔ یہ خدا کے نام پر قربان ہونے والی نور کی پتلیاں اور شوہروں کی پرستش کرنے والی خدا کی بندیاں ہیں۔ یہاں ظاہری ٹھاٹ باٹ نہ ہو۔ اوپر کی شوں شاں نہ سہی مگر ان گھروں میں سب کچھ ہے۔ یہاں زندگی کی بہاریں ہیں جینے کا لطف اور رہنے کا مزا ہے۔ ان گھروں میں برکت اور گھر والیوں میں خدا کی رحمت ہے۔

دیکھو وہ جلوہ ختم ہو رہا ہے اور وہ متبرک ہستیاں اب دھندلی سی تصویر رہ گئیں۔ بزرگ ماؤں ذرا صبر کرو اپنے قدم آگے بڑھاؤ کہ میں ان کو بوسہ دوں اپنے ہاتھ میرے سر پر رکھو۔ میں جانتا ہوں تمہاری نورانی صورتیں اب نظر آئیں گی۔ مگر تمہاری زندگیاں زندہ رہیں گی۔ تمہارے مبارک ہاتھ جو چراغ جلائیں گے جب تک یھ روشن ہیں اسلام زندہ رہیگا اور جن گھروں میں ان چراغوں سے چراغ جلیں گے وہ نمونہ جنت ہوں گے۔ اچھا میری ماؤں رخصت ہو۔

بنت الوقت۔ مجھے تو اس مضمون میں ایک بات بھی کام کی نظر نہ آئی۔ میں نہیں سمجھتی کہ ان عورتوں میں وہ کون سی خوبی تھی جو ہم میں نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جو زندگی ہم بسر کر رہے ہیں اس کا پرچھاواں بھی اُن پر نہ پڑا۔

احسن ترمانی۔ مجھے بحث کی ضرورت نہیں ایسا ہی ہو گا۔

(۱۵۱)

اسلام ہو یا عیسائیت میرا تو ایسے مذہب کو سلام ہے۔ جس میں عورت اس طرح مرد پر حاوی ہو۔ کہ اس غریب کی زندگی بھی تلخ ہو جائے میری حالت یہ ہے کہ چھ سات سو روپے ماہوار کی آمدنی پر میرا خیال ہے کہ مجھ سے زیادہ بدنصیب انسان دنیا میں نہ ہوگا۔ بچہ تو کوئی ہے نہیں بیوی کو جب دیکھتا ہوں مریض اور جب سنتا ہوں بیمار ان کے بیرونی اخراجات میں کسی طرح کا فرق نہیں آتا۔ ایک دم پر چار نوکر۔ نرس اور آیا الگ ہے۔ اگر بیوی کے یہی معنی ہیں کہ وہ شوہر کے کھانے کپڑے آرام آسائش دکھ سکھ۔ رنج و راحت کسی چیز سے واسطہ نہ رکھے تو مسلمان بیوی سے بدتر دنیا میں کوئی بیوی نہیں ہو سکتی۔ اسلام میں کچھ ظاہری خوبیاں ایسی تھیں جنکی وجہ سے میں قائل ہوا مگر مجھ کو ہرگز یہ معلوم نہ تھا کہ اندرونی عذاب اس قدر تکلیف دہ ہے اور مرد کے صرف یہ معنی ہیں کہ وہ عورت کی نازبرداری میں اپنی عمر برباد کر دے

احسن۔ آپ کو معلوم ہے، بنت الوقت میری رشتہ میں بہن ہے اس سے پہلے بھی میں نے آپ کی زبان سے اسی قسم کے الفاظ سنے مگر میرا رشتہ ٹیڑھا ہے۔ میں ہمیشہ خاموش رہا آج جبکہ آپ اپنی تکلیفوں کا بار اسلام پر رکھتے ہیں تو میں کہتا ہوں اور نہایت تعجب سے کیونکہ ماشاء اللہ آپ قانونی آدمی ہیں کہ ایک تن واحد کی حالت کا اسلام سے کیا واسطہ۔

نصیر۔ ایک تن واحد نہیں صاحب میں تو عام طور پر مسلمانوں کی حالت یہی دیکھ رہا ہوں۔ آپ میرے ساتھ صبح کو لیڈی ڈاکٹر کے یہاں چلکر دیکھئے اور پھر ڈاکٹروں پر بھی ایک نظر ڈالئے۔ آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ مسلمان مردوں اور عورتوں میں بیماری کے اعداد کیا ہیں اور اس تناسب نے شوہروں کو کس قدر بیچین کر رکھا ہے۔

احسن۔ آپ اسلام کو گاجر مولی نہ سمجھیے۔ میں آپ سے سچ کہتا ہوں ان معاملات کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔

نصیر۔ افسوس میں آپ سے متفق نہیں ہوں۔ آپ کے پاس دعوے کا ثبوت نہیں۔ صرف زبانی دعوے ہے اور میرے سامنے ذاتی تجربہ اور مشاہدہ۔

احسن۔ آپ اپنے تجربہ کو معاف فرمائیے مگر مہربانی فرما کر مشاہدہ کی تفصیل کیجیے

نصیر۔ میں نے جس قدر مسلمان خاندان دیکھے قریب قریب سب کی اندرونی حالت ایسی ہی ہے کس کس کا نام لوں۔

احسن۔ آپ جن لوگوں کو مسلمان سمجھتے ہیں اسلام کی ان کے ہاں کیا شان دیکھی میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ میرا منہ کھلوائیں مگر آپ نے زبردستی مجھے چھیڑ کر مجبور کیا۔ آپ نے جس قدر خاندان دیکھے اور جن جن سے ملاقات ہوئی وہ سب آپ کی بیوی صاحبہ کے ملنے والے ہوں گے اور ظاہر ہے کہ ان کے حالات بھی اسی قسم کے ہونگے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ عام طور پر مسلمانوں کی یہی کیفیت ہے۔ مسلمانوں کے گھر اگر آپ کا وہاں تک گذر ہو سکے آپ کو نمونہ جنت ملیں گے۔ بشرطیکہ ان کا انتظام خانہ داری اصول اسلام کے موافق ہو۔ یہ تمام خرابیاں جنہوں نے زندگیاں تلخ کر دیں صرف اسی ترقی میں ہیں جس سے آپ کو پالا پڑا۔ اور جو موجودہ تعلیم نسواں کا شیدا اور ترقی کا دلدادہ ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں تعلیم نسواں کا کتنا زبردست حامی ہوں۔ اس وقت ایک چھوڑ تین تین مدرسے میری نگرانی میں کام کر رہے ہیں جہاں پہلا سبق مذہب ہے۔ لیکن موجودہ تعلیم جو لڑکیوں کو دی جا رہی ہے مسلمانوں کے حق میں سم قاتل ہے۔ جن مصیبتوں کو آپ پیٹ رہے ہیں۔ یہ ابھی تک تو خاص ہیں لیکن مسلمان اگر اسی طرح منہ میں گھنگنیاں بھرے بیٹھے رہے تو یقیناً عام ہونگی موجودہ طریقہ تعلیم کا پہلا نتیجہ مذہب سے منافرت ہے اور جب مذہب ہی نہ رہا تو جو کچھ بھی انجام ہو

وہ ظاہر ہے۔ لطف یہ ہے کہ ظالم درحقیقت تو مذہب کو علیحدہ کر رہے ہیں اور ظاہر یہ کرتے ہیں کہ ہماری تعلیم کا منشا مذہب سے الگ نہیں۔ میں نے حال میں ایک کتاب دیکھی جس میں ایک لڑکی مغربی خصائل میں سر سے پاؤں تک ڈوبی ہوئی تھی اور علی الصباح نماز اور کلام مجید ناغہ نہ کرتی تھی۔ بھلا خدا کو دیکھا نہیں عقل سے پہچانا۔ کوئی لڑکی بھی اس قسم کی آج تک دیکھنے میں آئی۔ یوں کہنے کو جو چاہے سو کہہ لو۔ مگر تمدن جدید کا پہلا اثر وداع مذہب ہے۔ اس لئے آپ کی شکایت کا اسلام سے مطلق واسطہ نہیں۔ میں کہہ تو نہیں سکتا اور مجھے کہنا چاہیئے بھی نہیں لیکن اب کہ آپ مذہب کو ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر آپ کسی ایسے خاندان میں نکاح کرتے جہاں تمدن جدید کے قاتل اژدہے کی پھنکار کان میں نہ آتی تو لاریب آپ ایسی بیوی دیکھتے کہ جو سچی مسلمان ہوتی اور جس کا یہ عقیدہ ہوتا کہ اگر سجدے کا حکم کسی انسان کے واسطے دیا جاتا تو عورت کو اپنے شوہر کا۔ میں جانتا ہوں اور دعوے سے کہتا ہوں کہ اسلام نے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ عورت کے حقوق کی حمایت کی اور حفاظت کی مگر اس خوبصورتی اور حسن تدبیر سے کہ زندگی کو سچ مچ زندگی بنا دیا۔

نصیر۔ تو آپ کا منشا یہ ہے کہ میں نکاح ثانی کر لوں۔

احسن۔ میں یہ نہیں کہتا اور گو اسلام نے اس لئے کہ وہ دین فطرت ہے آپ کو اسی دن کے واسطے نکاح ثانی کی اجازت دی مگر اس مسئلہ کو آپ خود طے کیجئے مجھے چونکہ دس بجے کلکٹر صاحب سے ملنا ہے۔ اس لئے اب اجازت دیجئے۔

نصیر۔ بہت اچھا۔ مگر میں چاہتا ہوں پھر کسی وقت آپ سے اس سلسلہ میں گفتگو کروں۔

احسن۔ ہاں۔ ضرور۔

(۱۶)

بنت الوقت کے حالات و واقعات کے ساتھ ہی یوماً فیوماً ردی ہو رہے تھے پندرہ سال کا پورا زمانہ ایسی صورت اور اس حالت میں کہ بال نہیں بچہ نہیں اس طرح گذرا کہ کم بخت نے کبھی بھول کر بھی نصیر کی آسائش پر توجہ نہ کی۔ ہاں یہ توقع ہمیشہ رکھی اب یہ وہ جانے یا اس کا خدا کہ جائز تھی یا ناجائز کہ نصیر کی طرف سے ناز برداری میں فرق۔ اطاعت میں کمی اور محبت میں کسر نہ رہنے پائے۔ ہم کو بنت الوقت سے بدظن ہونے کا کوئی حق نہ سہی۔ یہ بھی تسلیم کہ وہ بارہ مہینے کی بیمار اور مستقل مریض تھی اس سے بھی انکار نہیں کہ مزاج کی کڑوی تھی اور تیہے کی تیز۔ لیکن یہ سمجھ میں نہ آیا کہ اختیاری بخار اور فوری نٹ کیا معنی رکھتا تھا۔ آنسو تو خیر اختیاری تھے۔ رونا منہ پر تھا مگر ذرا طبیعت بگڑی اور حرارت۔ جہاں کوئی بات خلاف مزاج ہوئی اور دورہ۔ مطلق قیاس میں نہیں آسکتا۔ نصیر بھی آخر انسان تھا کہاں تک مصیبت بھگتتا اور کب تک ناز اٹھاتا۔ روز روز کی جھک جھک اور ہر وقت کی ہٹ پٹ بدنصیب زندگی سے بیزار تھا ہر وقت اپنے کمرے میں اکیلا بیٹھا اپنی تقدیر پر روتا۔ اس مغائرت پر بھی افسوس یہ ہے کہ بنت الوقت نہ پسیجی اور نصیر سوکھ کر کانٹا ہو گیا مگر اس کے گنوں میں فرق نہ آیا۔ سینکڑوں تدبیریں اور ہزاروں جتن کئے مگر ایک کوشش بھی کارگر نہ ہوئی۔ (شام کے وقت وہ ایک روز ہوا خوری کے واسطے باہر گیا۔ جب کھانے کے وقت نہ پلٹا تو ادھر ادھر دیکھنے چلا۔ سب جگہ پوچھا اور ہر شخص سے دریافت کیا مگر اس کا پتہ نہ ملا۔ رات صبح ہوئی اور صبح شام۔ تین دن اور تین رات اسی طرح گذرے۔ چوتھے روز کی ڈاک میں بنت الوقت کو یہ خط ملا "۔ میں دنیا سے نہیں محسن پور سے جاتا ہوں۔ تم کو میری وجہ سے تکلیف پہنچی، اب انشاء اللہ تم میری صورت نہ دیکھو گی"

نصیر کی مفارقت کے بعد مرزا وحید بھی زیادہ روز تک زندہ نہ رہا۔ اس کی موت نے غضب یہ ڈھایا کہ رواج کے موافق بنت الوقت ترکہ پدری سے محروم کی گئی اور چند ہی روز میں اس کی حالت چچی سے بھی بدتر ہوگئی۔ اب البتہ اس کو معلوم ہوا کہ یہ لچھن بربادی کے تھے۔ بدقسمتی سے کوئی ہنر بھی ہاتھ میں نہ تھا کہ پیٹ پال لیتی۔ جب فاقوں تک نوبت پہنچ گئی تو مشن میں پندرہ روپے ماہوار کی نوکر ہوئی۔ جن ہاتھوں میں سیکڑوں روپے کی بھی کوئی وقعت نہ تھی وہاں مہینہ بھر کی محنت کے بعد پندرہ روپے حقیقت ہی کیا رکھتے تھے۔ زندگی وبال اور جان حیرن ہوگئی دن رات روتی اور پچھتاتی۔ مگر یہ سب بیسود اور بیکار تھا۔ چند ہی دنوں میں ڈھانچ رہ گئی اور انجام یہ ہوا کہ جس رستے سے گذر جاتی لوگ اس عبرت کی تصویر کو دیکھنے کھڑے ہو جاتے۔

سراب مغرب

مصور غم علامہ راشد الخیری کی نئی تصنیف ہے جس کا دنیائے اردو داں کو مدتوں سے انتظار تھا اور اردو لٹریچر جس کے واسطے بیچین تھا تعلیم نسواں کے مسئلہ میں اس فیصلہ کی اشد ضرورت تھی کہ غیر مسلم ذرائع سے مستفید ہونا کہاں تک جائز ہے۔ حضرت مصنف کا فیصلہ قابل دید ہے۔ قصہ اس قدر درد انگیز اور دلچسپ ہے کہ ہر لفظ کلیجہ کے پار ہوتا ہے اور آنکھیں روتے روتے طوفان بپا کردیتی ہیں۔ سراب مغرب کتاب نہیں ایک جادو ہے جس کو پڑھ کر ہر ناظر ساکت رہجاتا ہے۔ اکرم کے ہاتھوں آبروئے سادات کا انجام فیشن جدید کے نتائج پارٹیز کا حشر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ مولانائے محترم کی تصنیف کا اعلان کے بعد نام تک نہیں رہتا۔ اس لئے اگر درخواست فی الفور نہ بھیجی گئی تو تاخیر کا ذمہ دار پبلشر ہوگا۔

المشتہر: منیجر نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس ۵۱۔ دہلی

شام زندگی

زندگی کی بہار ہندوستان میں صدیوں سے خزاں رسیدہ سمجھی جاتی ہے۔ خلقت جی رہی ہے مگر مرنے سے بدتر جینے کی بنیاد گھرداری پر ہے اور گھرداری عورت کا دوسرا نام۔ عورت کی حالت یہ ہے کہ نہ وہ اپنی آدمیت کا حق سمجھتی ہے نہ مرد کی غلبۂ زیست کو سمجھتی ہے۔ مرد دیتے ہیں عورت حیران ہے۔ عورت کہتی ہے مرد نادان ہیں۔ ان کو صحیح زندگانی کی خبر اور نہ ان کو شام حیات سے سروکار۔ مولینا راشد الخیری نے قلم اٹھایا اور صبح زندگی کا خاکہ کھینچکر دکھا دیا کہ ناحق زندگی کرکری کرتے ہو۔ جینے کی ابتدائی بہاریں یوں ہوتی ہیں۔ عورتوں نے مردوں نے جو اس خاکہ کو جس کا نام صبح زندگی تھا دیکھا پڑھا تو جانا کہ زندگی شروع کرنے کا ہم سب کو یہ طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ جو کتاب صبح زندگی میں ہے۔ مولانا راشد زندگی کو دوپہر کی دھوپ میں چھوڑ کر چپ ہو گئے تو ہند کے چاروں کھونٹ سے آوازیں آئیں کہ زندگی کو شام تک پہنچاؤ ادھر میں نہ چھوڑو۔ انہوں نے قلم برق رقم پر انگلی رکھدی اور شام زندگی چمک کر نمودار ہو گئی۔ شام زندگی کتاب ہے۔ صبح زندگی سے زیادہ لاجواب ہے۔ عورتیں اس کتاب کو پڑھ لیں تو ان کو اپنی زندگی کا مزا بھی آجائے اور مردوں کی زندگی بھی بہشت بنجائے۔ شام زندگی ایک دلچسپ قصہ ہے درد و غم کا افسانہ ہے۔ بے نظیر اردو کا سمندر ہے۔ جو پڑھے۔ ہنسے روئے۔ مزے لے پھر پڑھے پھر سوچے اور بے اختیار ہو کر پھر پڑھے کسی طرح جی نہ بھرے یہ عجیب جادو اس کتاب میں ہے اور تاثیر کی یہ حالت ہے کہ پڑھنے والا اسے خود بیتی تصور کرتا ہے زندگی کے نقص محسوس کرتا جاتا ہے اس کی اصلاح کی تدبیریں ذہن میں جمانی شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ داستان تو مکاشفہ خیری نے چھیڑ جوڑی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ عقل شعار مصنف نے ضرورتوں کو پڑھ کر یہ کتاب لکھی ہے۔ شام زندگی ہر گھر میں زندگی پیدا کر دیگی۔ اس کو پڑھ کر عورتیں اپنے بھولے ہوئے فرائض جان جائیں گی اور ان کو شریفوں کی طرح نیک بیویوں کی مانند اور سلیقہ مند گھر والی کی مثل خاوند کا دل موہنا اور سارے کنبہ اور سارے شہر اور ساری قوم اور سارے ملک کی واہ واہ حاصل کرنا آجائیگا۔ کتاب شام زندگی عورتوں سے زیادہ مردوں کو مفید ہوگی۔ کیونکہ مرد اگر عورتوں کے طریق حیات اور جذبات سے آگاہ ہوں گے تو ان کے گھروں میں بہشت اتر آئیگی اور وہ دیکھیں گے کہ زندگی اس کا نام ہے۔ شام زندگی مولانا راشد الخیری کی بہترین تصنیف ہے۔ شام زندگی اردو ادب کی لاجواب نشانی ہے۔ شام زندگی اصلاح معاشرت کی اثر دار استانی ہے۔ شام زندگی دل کی آواز ہے جس سے اس مردہ شہر کی حیات کا ثبوت ملتا ہے۔ آپ خریدیئے گھر کے لئے منگائیے بچوں کو لیکر دیجئے۔ دوستوں میں تقسیم فرمایئے۔ زندگی کو نہ بھولئے۔ دیکھئے دیکھئے۔ اس کتاب کا جیتا جاگتا۔ جاگتا جگاتا۔ بہلاتا پھسلاتا اور باتوں باتوں میں دل کے اندر اتر جانا دیکھیئے۔

اس کتاب کے سولہ اڈیشن قریب قریب ختم ہو چکے ہیں۔

قیمت صرف ایک روپیہ

المشتہر: مینیجر رسالہ نظام المشائخ پوسٹ بکس [illegible] دہلی